محمد منشا تابش قصوری
محمد نور
رضا دار الاشاعت
لاہور، پاکستان

رضا دار الاشاعت
اخوانا
Bustan-Ul-Aloom
AND ALL THE FAITHFUL DO NOT HAVE MORE
LOVE AND AFFINITY WITH ANYONE THAN THAT THEY
HAVE WITH GOD ALMIGHTY. (AL-QURAN)
بھائی بن جاؤ!
رضا دار الاشاعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔ محمد نور

تصنیف ۔۔۔۔۔۔ علامہ محمد منشا تابش قصوری

نگرانِ کتابت ۔۔۔۔۔۔ الحاج قاری غلام عباس نقشبندی

نظرِ ثانی ۔۔۔۔۔۔

ناشر ۔۔۔۔۔۔ الحاج مقبول احمد قادری ضیائی

مطبع ۔۔۔۔۔۔ احمد سجاد آرٹ پریس لاہور

قیمت ۔۔۔۔۔۔ روپے

ملنے کے پتے

- شبیر برادرز، اردو بازار لاہور
- مکتبہ اویسیہ رضویہ (سیرانی روڈ) بہاول پور
- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ - لاہور
- مکتبہ اشرفیہ، مریدکے، ضلع شیخوپورہ

رضا دار الاشاعت

۲۵- نشتر روڈ
لاہور، پاکستان
فون 765044

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ نور السمٰوٰت والارض

مثل نورہ کمشکٰوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علٰی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم

١٤٠١ھ

محمد نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

آئینہ جمال

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ما ان مدحت محمدا بمقالتی	٧	وسیلہ کبریٰ دلائل	٨٦
تحقیق نور؟	٩	انعقاد میلاد النبی ﷺ	٨٧
سایہ نور؟	٢٥	پیر کے دن کا روزہ	٨٨
کلام شعراء	٤٤	فضل و رحمت	٨٩
حدیث لولاک	٦٣	عاشورہ کا روزہ	٩٠
میلاد نور ﷺ نور علی نور	٥١	صلوٰۃ و سلام	//
صحابہ کرام اور تعلیم میلاد	٧٧	معرفت الٰہی	//
صحابہ کرام اور محفل میلاد		حقوق کی ادائیگی	//
ستاروں کی بارش	٧٨	تکمیل ایمان	٩١
نور ہی نور	٧٩	جمعۃ المبارک	//
بت سرنگوں ہو گئے	٨٠	یوم ظہور آدم علیہ السلام	//
یہودی بوکھلا اٹھے	٨١	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے میلاد	//
بیان المیلاد' محدث ابن جوزی	٨٢	واقعات انبیاء علیہم السلام	٩٢
زیارت اقدس	//	محبوب و مطلوب	٩٣
شوہر' خوش و خرم	//	میلاد کا مفہوم	٩٦
بغداد شریف	//	معجزات نور	١٠٢
سلام و ایمان	//	معجزہ اور کرامت	١٠٧
آغاز کتاب	٨٥	کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں	١٠٩
میلاد کا مفہوم	//	بارش کا فوری برسنا اور بند ہونا	//
		دست شفاء	١١١
		شیطان پکڑا گیا	١١٣
		حضرت ابوہریرہ کی والدہ کا اسلام لانا	١١٧

عنوان	صفحہ
نگاہ نبوت — نعت النبی ﷺ	۱۱۹
بھیڑیے کی شہادت	۱۲۱
انگلیوں سے چشمے جاری ہو گئے	۱۲۲
شیر کی اطاعت	۱۲۳
بت بول اٹھے' پڑھنے لگے کلمہ شجر بھی	۱۲۴
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں	۱۲۵
	۱۲۶
تقریر نور	
میلاد النبی ﷺ کا انقلاب آفرین پیام	۱۳۳
تفہیمات نور	۱۴۳
	۱۸۱
تقاریظ و تاثرات	
☆ حضرت علامہ مولانا ابوالضیا محمد باقر ضیاء النوری علیہ الرحمۃ بصیرپور	
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری ایم اے' پی ایچ ڈی' کراچی	
☆ مکرم جناب راجا رشید محمود صاحب۔ ایم اے۔ ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور	
☆ شاعر حقانی علامہ قمر صاحب یزدانی پنوانہ پسرور	
	۱۹۲

میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موضوع پر نہ جانے کتنی کتابیں لکھی گئیں، کتنے اخبار و رسائل شائع ہوئے، کتنے دفاتر پر لوح و قلم کی تصویریں نقش ہوئیں، کتنے انبیاء نے آپ کی آمد آمد کی بشارتیں دیں، اور کتنے انسان انتظار کرتے کرتے پردۂ عدم میں چلے گئے، کتنے عشاق گردِ راہ کو ترستے رہے، اور کتنے خوش بخت اس محبوبِ حقیقی کے جمال جہاں آرا کی زیارت سے اپنے قلب و نظر کو گرماتے رہے، خالقِ کائنات نے آپ ہی کو اپنی ربوبیت کے اظہار کا سبب ٹھہرایا، آپ ہی اس عالمِ بود و باش کی علتِ غائی ہوئے ہے

سببِ ہر سبب منتہائے طلب
علتِ جملہ علت پہ لاکھوں سلام

اہلِ عشق و محبت کا تو یہ فیصلہ ہے کہ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے مؤکد، موثق، مستند اور جامع اجمالی تذکرہ قرآن کریم ہی ہے جس میں نہ صرف حضور کے میلاد ہی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ سیرت و صورت کے تمام محاسن و محامد موجود ہیں، حقیقتاً قرآن ہی آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کا ترجمان ہے میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسا موضوع ہے جس پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے باوجودیکہ آپ کی ذاتِ اقدس و اکمل، احسن و اجمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی بھی صاحبِ قلم کی محتاج نہیں، کسی مدح خواں کی طالب نہیں، کسی خطیب و ادیب، مقرر و واعظ کی منتظر نہیں، ہر چیز آپ ہی کی محتاج ہے، پھر یہ سلسلہ تصنیف و تالیف کیوں؟ پہلی بات تو جواباً یہ کہی جا سکتی ہے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت کے لیئے انسان

خصوصاً مسلمان مکلف ہیں، لہذا عالم آخرت میں کامیابی و کامرانی اور میدانِ حشر میں خدا و رسولِ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہم پر یہ عبادت فرضِ عین کی حیثیت رکھتی ہے، اور دوسری بات آج سے صدیوں پہلے شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہہ کر ہماری مشکلکشائی فرما دی کہ : ؎

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

منجملہ مقاصدِ حسنہ ایک مقصد یہ بھی مؤلفین و مصنفین کے پیشِ نظر ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح حضوری کی سعادت نصیب ہو، چنانچہ راقم نے اسی مقصدِ وحید کو اپنایا اور "مُحَمَّدٌ نُوْرٌ" ایسے مبارک نام سے یہ کتاب ترتیب دی جس کا بائیسواں ایڈیشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریبِ سعید پر رضا اکیڈمی لاہور کی طرف سے بطورِ تحفہ عیلاد میلاد شائع کیا گیا ۔ دُعا ہے رضا اکیڈمی لاہور کی جملہ اشاعتی و تبلیغی خدمات کو اللہ تعالیٰ توشۂ آخرت بنائے اور معاونینِ کرام کو بیش از بیش نعمتوں سے سرفراز فرمائے، آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

⊙

محمد منشا تابش قصوری مریدکے

تحقیقِ نور

الحمد للہ الذی خلق نور محمدٍ من نورہٖ وابدأ الخلق من نورہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نورِ الاولین والاٰخرین سیدِ الانبیاءِ محمدٍ المصطفیٰ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ ــــ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ــــ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ــــ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ــــ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝

اس پروردگار جل وعلا کا ہزارہا بار شکر ہے جس کی ذاتِ مقدس نے تمام کائنات سے پہلے اپنے پیارے محبوب و مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو پیدا فرمایا اور ہمیں اس نورِ عظیم کی پہچان کرانے کے لیے قرآن کریم میں صاف صاف بیان فرمایا۔ بڑے بڑے مفسرین و محدثین کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے آیاتِ مذکورہ میں کلمہ "نور"، "مثل نورہٖ"، "سراجاً منیرا" اور "نور اللہ" سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجودِ اطہر مراد لیا ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۝ (بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے بہت بڑا نور اور کتاب روشن) (المائدہ)

تفسیر محمدی میں حافظ محمد لکھوی (وہابی) نے بایں الفاظ تفسیر کی ہے : ؎

ابن عباس تے کعب احبار وچ معالم آیا
جو نور اللہ دا نبی محمد سینہ طاق ٹھہرایا

مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیہ کریمہ کا یوں نقشہ کھینچا ہے : ؎

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا یہ سورہ نور کا

حضرت استاذ العلماء، صدر الافاضل، فخر الاماثل مولانا السید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ (۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) فرماتے ہیں : ؎

سراپا نور ہیں وہ نور حق نورٌ علیٰ نور
کہ مشکوٰۃ ہے شان انکی انھیں کیا واسطہ ظل سے
بفضل اللہ نابینا نہیں ہوں کیسے دوں نسبت
کف پائے حبیب حق کو روئے ماہ کامل سے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ (پ ۲۲)

اس آیت میں سِرَاجًا مُّنِیْرًا سے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں ۔

شفاء شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : وقد سماہ اللہ تعالیٰ فی القراٰن نورًا وّسراجًا مّنیرًا (بیشک قرآن حمید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا نام نور اور سراجِ منیر (چمکتا ہوا آفتاب) رکھا)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ (۶۸ھ / ۶۸۷ء) اپنے کلام رفیع الشان میں فرماتے ہیں : ؎

فامسٰی سراجًا مّنیرًا وّھادیًا
یلوح کما لاح الصیقل المھنّد

اس آیہ کریمہ میں کلمہ "نُورٌ" سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجودِ اطہر ہے۔ دیکھیے تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۷۲ ؛ قد جاءکم من اللہ نور یعنی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم (بے شک آیا تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تفسیر جلالین شریف صفحہ ۹۷ : قد جاءکم من اللہ نور ھو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بے شک آیا تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور وُہ نور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں)

روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۸۷ : قد جاءکم من اللہ نور عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم (بے شک آیا تمھارے پاس اللہ کی طرف سے بہت بڑا نور، وُہ نور الانوار نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ موضوعات کبیر صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں : اما نورہٗ علیہ السلام فھو فی غایۃ من الظھور شرقاً وغرباً واول ماخلق اللہ نورہٗ وسماہ فی کتابہ نوراً (نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا نور مشرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اور سب سے پہلے جس کو اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور قرآنِ کریم میں ان کو نور فرمایا)

مطالع المسرات ص ۲۲۰ : ونورہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسی والمعنوی ظاھر واضح یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور حسّی اور معنوی واضح ہے۔

تفسیر صاوی ص ۲۳۹ میں ہے : انہ اصل نور حسی ومعنوی یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نورِ حسی و معنوی کا اصل ہیں۔

تمام نبیوں، رسولوں، فرشتوں، لوح، قلم، عرش، کرسی، چاند، سورج اور ستاروں کے انوار اسی نورِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پرتو ہیں۔ مولانا جامی

علیہ الرحمۃ (۸۹۸ھ/۱۳۲۵ء) فرماتے ہیں:

ہم از لوح و قلم تا عرش و کرسی
ازاں نور است گر تحقیق پرسی

ان کے علاوہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۳، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۱۴، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۹۵، شفاء شریف وغیرہا میں اس نور سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

(۲) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ (اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور اس کی مثال طاق ہے جس میں فانوس روشن ہے) اس آیہ کریمہ میں مَثَلُ نُوْرِهٖ سے حضور کا وجودِ اطہر مراد ہے۔ تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ ص ۱۰۶: جاء ابن عباس الی کعب الاحبار فقال حدثنی من قول اللہ عز وجل اللہ نور السموٰت والارض الآیة فقال کعب مثل نورہ مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی ابن الحسن الازدی قال ثنا یحیی بن الیمان عن اشعث عن جعفر بن ابی المغیرة عن سعید بن جبیر فی قولہ مثل نورہ قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تفسیر خازن و معالم التنزیل ج ۵ ص ۶۳: مثل نورہ ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال سعید بن جبیر والضحاک ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

شفاء شریف ج ۱ ص ۱۰، تفسیر حقانی ج ۵ ص ۲۴۲، تفسیر نبوی، تفسیر محمدی ج ۴ ص ۴۳۰ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس، کعب احبار، سعید بن جبیر، سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں، المراد بالنور الثانی ھنا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقولہ تعالیٰ مثل نورہ ای نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ نورِ ثانی سے مراد اللہ کے قول میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔

(وہ تشریف لائے چمکتے ہوئے آفتاب اور رہنما بن کر، اور اس طرح چمکے جس طرح صیقل کی ہوئی تلوار چمکتی ہے)

مولوی رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء) نے امداد السلوک میں تحریر کیا ہے:

"نیز ادحق تعالیٰ فرماید کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شاہد، مبشر، نذیر، داعیاً الی اللہ، سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند۔"

(نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ہم نے حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اللہ کی طرف بلانے والا، سراجِ منیر بنا کر بھیجا، منیر روشنی کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں)

مولوی محمد ادریس کاندھلوی نے مقاماتِ حریری کے اول میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں سراجِ منیر کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے: ؎

سِرَاجٌ مُنِيْرٌ كَشَمْسِ الضُّحٰى
وَخَيْرُ الْبَرَايَا وَ نُوْرٌ قَدِيْم

(۴) و (۵) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (پ ۱۰) يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو مونہوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو پورا کرنا ہے اگرچہ کافر برا منائیں)

حضرتِ ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ میں فرمایا: يقول يريدون ان يهلكوا محمدا صلى الله عليه وآله وسلم (یہ کفار چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے

اللہ کے نور کو مٹا دیں یعنی محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہلاک کر ڈالیں)
جناب ظفر علی خان صاحب (۱۹۵۶ء) نے کیا خوب کہا ہے : ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

حضرت امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۱۵۰ھ) نے مسئلہ نور کے بارے میں اپنا عقیدہ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یوں پیش کیا ہے : ؎

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰی
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَ

(آپ وہ ہیں کہ چودھویں رات کے چاند نے روشنی کا لباس آپ کے نور سے پہنا ہے اور سورج بھی آپ کے نورِ حسن سے روشن ہے)
حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی شیخ عبد القادر جیلانی غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) بہجۃ الاسرار ص۱۲ پر ایک حدیثِ قدسی نقل فرماتے ہیں :

قال اللہ عزوجل خلقت روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من نور وجھی کما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا کیا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا)
حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کنز الہدایات ص۹۳ پر ارشاد فرماتے ہیں :

"حقیقتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ظہور اول ہے وہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ دوسری حقیقتیں خواہ انبیاء کرام کی حقیقتیں ہوں یا ملائکہ عظام کی، اس کے عکس کی مانند ہیں اور وہ حقیقتِ محمدی ان حقیقتوں کی اصل ہے۔"

مکتوباتِ شریف دفتر سوم حصہ نہم صفحہ ۵۰ پر یوں تحریر فرماتے ہیں :

"باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگِ خلقِ سائرِ افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلقِ ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ باوجود نشاءِ عنصری از نورِ حق جل وعلا مخلوق گشتہ کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ۔"

(جاننا چاہیے کہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش تمام انسانی افراد کی پیدائش کے رنگ میں نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق کے تمام عالم کے افراد سے کسی فرد کی پیدائش میں مناسبت نہیں رکھتے اس لیے کہ آپ باوجود عنصری پیدائش کے نورِ حق جل وعلا سے پیدا ہوئے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲ میں تحریر فرماتے ہیں :

"بدانکہ اولِ مخلوقات و واسطۂ صدورِ کائنات و واسطۂ خلقِ عالم و آدم نورِ محمد است صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، چنانچہ در حدیثِ صحیح وارد شدہ اول ما خلق اللہ نوری و سائرِ مکنونات علوی و سفلی ازاں نور و ازاں جوہرِ پاک پیدا شدہ از ارواح و اشباح و عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، ملک و فلک، انس و جن، آسمان و زمین، بحار و جبال، اشجار و سائرِ مخلوقات و کیفیت صدو

این کثرت ازاں وحدت و بروز و ظہورِ مخلوقات ازاں جوہر عبارات و تعبیرات غریب آوردہ اند۔"

(جان لو کہ مخلوقات اور صدورِ کائنات و پیدائش عالم و آدم کا واسطہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نورِ مبارک ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے: "اوّل وُہ جو پیدا کیا اللہ نے، میرا نور ہے" اور باقی مکنونات مخلوقاتِ علوی و سفلی اُس نور سے پیدا ہوئی اور اُس جوہرِ پاک سے روح اور شکلیں، عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، انسان و جنّات، آسمان و زمین، سمندر و پہاڑ، درخت اور باقی مخلوقات پیدا ہوئیں اور وحدت (نورِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کی کیفیت میں اس جوہر سے مخلوقات کے ظہور کی کیفیت میں عبارات و تعبیراتِ عجیب لائے ہیں)

مولوی اشرف علی تھانوی (۱۹۴۳ء) نشر الطیب صفحہ ۶ پر تحریر کرتے ہیں:

"سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا، پھر وہ نور اللہ تعالےٰ کی قدرت سے جہاں اللہ تعالےٰ نے چاہا سیر کرتا رہا، اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ بہشت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ سُورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا نہ انسان۔"

علّامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) اپنے نعتیہ قصائد[1] میں ارقام پذیر ہیں:

هو اول النور الذي يتلوه كل تعين
ثانية ليس بممكن عند الحصيف المهتدي

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

---

[1] بحوالہ "باغی ہندوستان" ص ۶۸

وصلی اللہ علیٰ نورٍ کزو شد نور ہا پیدا
زمیں از حُبِّ او ساکن فلک در عشقِ او شیدا

حضرت خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی (۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء) کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں :-

یا صاحب الجمال و یا سید البشر — من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر[1]

علامہ محمد اقبال (۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) کا حیات آفریں کلام بھی ملاحظہ ہو :-

لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب — گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ — ذرۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

ثابت ہُوا کہ سرورِ دو عالم، نورِ مجسم، رسولِ معظم جناب احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا رَیب سببِ کائنات اور اصلِ تخلیقِ مخلوقات ہیں۔

امام بیہقی، طبرانی، حاکم نے مستدرک میں حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا پروردگارِ عالم! بصدقۂ سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری خطا معاف فرما۔ ارشاد ہوا، اِذْ اَسْأَلْتَنِیْ بِحَقِّہٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ (اے آدم (علیہ السلام)! تُو نے ان کے وسیلہ سے مجھ سے سوال کیا پس میں نے تمھیں معاف کیا، اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو تمھیں پیدا نہ کرتا)

دیلمی رأس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

---

[1] بعض حضرات نے اس رباعی کی نسبت مولانا جامی کی طرف کی ہے اور بعض نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی طرف لیکن میں نے "اقبال اور عشقِ رسول" مرتبہ رئیس احمد جعفری میں یہی نسبت دیکھی ہے (تابش)

ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: اتانی جبرائیل فقال ان اللہ یقول لولاک لما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار (میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے میں جنت اور دوزخ کو نہ بناتا)

نزہۃ المجالس میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وآلہ وسلم)! آپ کس لیے مخلوق فرمائے گئے؟ فرمایا: جب مجھ پر وحی نازل ہوئی میں نے عرض کیا: یا اللہ! تو نے مجھے کس لیے پیدا فرمایا؟ ارشاد ہوا: لولاک لما خلقت ارضی ولا سمائی (اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین اور آسمان کو پیدا نہ کرتا) وعزتی وجلالی لولاک ما خلقت جنتی ولا ناری (مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں اپنی جنت اور دوزخ نہ بناتا) اگر اللہ تعالیٰ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا نہ فرماتا تو ذرہ بھر کو بھی عالمِ وجود میں نہ لاتا، دنیا واہلِ دنیا جنت ونار کی تخلیق آپ ہی کے باعث ہوئی۔

ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: مجھ پر وحی بھیجی گئی، ارشادِ باری ہوا: لقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی لولاک ما خلقت الدنیا (میں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لیے پیدا فرمایا کہ جو عزت ومنزلت آپ کی میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔ اسی طرح متعدد احادیثِ قدسیہ میں آیا ہے لولاک لما خلقت الافلاک (آپ اگر نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت محمدا (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے یہ بات پسند آئی کہ میری پہچان ہو تو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا)

کنت کنزاً مخفیاً کا راز تابش کھل گیا
جب جہاں میں سرورِ دنیا ودیں پیدا ہوئے

مذکورہ بالا احادیثِ قدسیہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہُوا کہ آپ بلا شک و شُبہ باعثِ تخلیقِ عالم وسببِ کائنات ہیں۔ حضرت امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ایمان افروز بیان کا اظہار فرماتے ہوئے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض گزار ہیں : ؎

اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرَأٌ
کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَا

(یارسول اللہ! آپ وُہ ہیں کہ اگر آپ کی ذاتِ پاک نہ ہوتی تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا بلکہ اگر آپ نہ ہوتے تو تمام کائنات ہی پیدا نہ ہوتی)

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ (۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) یوں اظہار فرماتے ہیں : ؎

با محمد بود عشقِ پاک جفت
بہرِ عشقِ او خدا لولاک گفت
سیّد و سرورِ محمد نورِ جاں
بہتر و مہتر شفیعِ مذنباں

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ (۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) بارگاہِ رسالتمآب میں یوں عرض گزار ہیں : ؎

تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرعِ تست
ترا عزِّ لولاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس است

امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) اس کے تحت اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں : ؎

سببِ ہر سبب منتہائے طلب
علّتِ جملہ علّت پہ لاکھوں سلام

مرزا اسد اللہ خاں غالب (۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء) اس کا خوب نقشہ کھینچتے ہیں : ؎

آئینہ دارِ پرتوِ مہر است آفتاب
شانِ حق آشکار زشانِ محمد است
دانی اگر بمعنیٔ لولاک وارسی
خود ہر چہ از حق است از آن محمد است

ابوالفضل کے بھائی فیضی (۱۰۰۴ھ) یوں گویا ہیں: ؎

آں مرکزِ ہفت دورِ جدول | گردابِ نشینِ موجِ اول
چابک قدم بساطِ افلاک | والا گہرِ محیطِ لولاک
قدرش بہ زمانہ ماہ و اکلیل | نورش بہ فلک چراغ و قندیل
بردانشِ ما انجم و افلاک بخندند | گو صاحبِ لولاک لما را نشناسیم

جگر مراد آبادی یوں رقمطراز ہیں: ؎

لولاک لما خلقت الافلاک

در مدحِ توجانِ ہر قصیدہ

علامہ اقبال اس بارے میں یوں گویا ہیں: ؎

مسلماں را ہمیں عرفان و ادراک

کہ در خود فاش بیند رمزِ لولاک

واضح ہوا کہ جملہ موجودات حضور پُرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے صدقے پیدا ہوئی جیسا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَکُلّ خَلَائِقَ مِنْ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ ۔۔

"صلاۃ الصفاء فی نور المصطفٰے" میں اعلیٰحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"امامِ اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور سیدنا امام احمد بن حنبل کے استاد اور امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ عنہم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث اوحد الاعلام عبد الرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی:

قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیٔ

خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذٰلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذٰلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی (الحدیث)

یعنی وُہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وُہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اس نے چاہا دَورہ کرتا رہا، اُس وقت لوح وقلم، جنت و دوزخ، فرشتگانِ آسمان و زمین، سورج، چاند، جن اور آدمی کچھ نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا، پھر چوتھے کے چار حصے کئے الخ۔ (صلاۃ الصفار ص ۲، ۳)

اہلحدیث (وہابی) کے مشہور عالم مولوی وحید الزماں حیدرآبادی (۱۳۳۸ھ/۱۹۳۰ء) ہدیۃ المہدی میں یُوں رقمطراز ہیں:

"بدأ اللہ سبحٰنہ الخلق بالنور المحمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فالنور المحمدی مادۃ اولیت لخلق السمٰوٰت والارض وما فیہا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نورِ محمدی سے فرمائی، پس تمام آسمانوں اور زمین اور اس میں جو کچھ ہے سب کی تخلیق کا مادۂ اول نورِ محمدی ہے۔"

شیرِ طریقت حاشیۂ شہبازِ شریعت ص ۲۱۱ پر حافظ محمد لکھوی ارقام پذیر ہیں ،

"ہر جوہرِ صافی را سایۂ روشن تر باشد و آنحضرت انوارِ ہمہ بودند۔"

(جوہرِ صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آپ ہر جوہر سے زیادہ روشن ہیں)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت جل وعلا نے ہم کلامی اور رسالت سے مشرف فرمایا تو ارشاد ہوا : یا موسیٰ (علیہ السلام) خذ ما اعطیتک و کن من الشاکرین ومت علی التوحید وحب محمد ۔ عرض کی : خداوندِ عالم! محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کون ہیں جن کی محبت تیری توحید سے مقرون ہے ؟ ارشاد ہوا کہ محمد وہ ہیں جن کا نام نامی دو ہزار برس پہلے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے میں نے لکھا ، اگر تو مجھ سے قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان پر کثرت سے درود بھیجا کر ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی کہ الٰہی! مجھے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے آگاہ فرما کہ وہ کون ہیں جن کے بغیر تجھ سے تقرب ہو ہی نہیں سکتا۔ خطاب ہوا : لولا محمد و امتہ لما خلقت الجنۃ و لا النار و لا الشمس و لا القمر و لا اللیل و لا النہار و لا ملکا مقربا و لا نبیا مرسلا و لا ایاک یعنی اگر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کی امت نہ ہوتی تو میں بہشت و دوزخ ، چاند و سورج ، رات دن ، ملائکہ ، انبیاء و رسل کسی کو پیدا نہ فرماتا اور نہ تجھے بناتا ۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ (۶۲۷ھ) اپنی مثنوی منطق الطیر میں روح پرور انداز میں فرماتے ہیں : ؎

آفتابِ شرع دریائے یقین — نورِ عالم رحمۃٌ للعالمین

خواجۂ کونین سلطانِ ہمہ — آفتاب و جان و ایمانِ ہمہ

نورِ اُو مقصودِ مخلوقات بود — اصلِ معدومات و موجودات بود

مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) اپنی کتاب "نالۂ امدادِ غریب" ص ۲ پر یوں فرماتے ہیں : ؎

سب دیکھو نورِ محمد کا   سب بیچ ظہورِ محمد کا
جبریلِ مقرب خادم ہے   سب جا مشہور محمد کا

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ (۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) دقائق الاخبار میں فرماتے ہیں:

ومن عرق وجهه خلق العرش والكرسی واللوح والقلم والشمس والحجاب والكواكب وما كان فی السماء۔

(عرش و کُرسی، لوح و قلم، سورج، حجاب، ستارے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے آپ کے عرقِ رُوئے مبارک سے پیدا ہوئے۔

ان آیات و احادیث اور اقوالِ ائمہ سے آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ روشن ہوا کہ آپ جملہ کائنات سے پہلے ہُوئے جیسا کہ حضور نے خود فرمایا: "اول ما خلق اللّٰہ نوری وکل خلائق من نوری وانا من نور اللّٰہ" نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ سب سے پہلے رب العالمین نے رحمۃ للعالمین کے نور کو پیدا فرمایا۔ لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ: ؎

بالیقیں نورِ مجسّم ہیں محمد مصطفےٰ
اصلِ تخلیقِ دو عالم ہیں محمد مصطفےٰ

تابش قصوری

سایۂ نور

انوارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلب و نظر، بصر و بصیرت کو منور کرنے کے بعد سایۂ مصطفےٰ کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے کیونکہ نور اور سایہ کا اتفاق نہیں ہو سکتا۔ قادرِ مطلق نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جن بے شمار معجزات سے سرفراز فرمایا ہے ان میں سے ایک عظیم الشان معجزہ یہ ہے کہ آپ کے جسمِ انور کا سایہ نہیں تھا، آج تک کسی ایک بھی مسلمان کا نام پڑھنے سننے میں نہیں آیا جس نے کسی بھی نبی کے معجزہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہو، تو پھر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی معجزہ سے ایماندار کے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اکابرِ اُمت نے ملتِ اسلامیہ کو اس مسئلہ پر بے پناہ مواد عطا فرمایا ہے اختصار کے پیشِ نظر یہاں چند تصریحاتِ احادیث اور محدثین و مفسرین کرام کے اقوال و ارشادات پیش کئے جاتے ہیں، ممکن ہے منکرین کے لیے خضرِ راہ ثابت ہوں۔

حضرت امام نسفی (م ۷۰۱ھ) فرماتے ہیں:

قال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ظلک[1]

(حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر

---

[1] تفسیر مدارک التنزیل ج ۳ ص ۱۰۳۔

نہ ڈالا تاکہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھ دے)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے تلمیذِ ارشد حضرت امام عبداللہ بن مبارک اور محدث ابنِ جوزی راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج[1]

(حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ آپ کا نور آفتاب کی روشنی پر غالب آگیا نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ آپ کے انوار نے اس کی چمک کو مغلوب کر دیا)

حضرت حکیم الترمذی حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر[2]

(رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا اور نہ چاندنی میں)

حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (م ۹۱۱ ھ) الخصائص الکبریٰ میں ایک مستقل باب مرتب فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

باب الاٰیۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لہ ظل فی شمس ولا قمر۔

---

[1] جمع الوسائل (للقاری) ج ۱ ص ۱۷۶، زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۲۲۰، شرح شمائل (للمناوی) ج ۱، ص ۴۷۔

[2] ترمذی۔ نوادرالاصول، زرقانی ج ۴ ص ۲۰۴

اور پھر اس میں حکیم ترمذی سے حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل فرمانے کے بعد حضرت امام ابن سبع سے اس پر شہادت پیش فرماتے ہیں:

قال ابن سبع من خصائصه صلی اللہ علیه وسلم ان ظله کان لا یقع علی الارض وانه کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر له ظل[1]

(ابن سبع نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ نور تھے، جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا)

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۴۴ھ) یوں ارقام پذیر ہیں:

وما ذکر من انه کان لا ظل لشخصه فی شمس ولا قمر لانه کان نورا وان الذباب کان لا یقع علی جسده ولا ثیابه[2]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دلیلوں میں سے یہ دلیل بھی مذکور ہے کہ آپ کے جسم انور کا سایہ آفتاب کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ آپ نور تھے اور بے شک آپ کے جسم اقدس اور لباس اطہر پر کبھی مکھی نہ بیٹھتی تھی)

شارح بخاری حضرت امام احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمۃ (م ۹۲۳ھ) سے منقول ہے:

لم یکن له صلی اللہ علیه وسلم ظل فی شمس

---

[1] الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۸

[2] شفا شریف ج ۱ ص ۲۴۲

ولا قمر[1]

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نظر نہ آتا تھا)

امام محمد زرقانی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شمس و قمر کی روشنی اور چاندنی میں سایہ کے نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ لانہ کان نورًا اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نور تھے۔

شیخ حسین بن محمد دیار البکری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولا یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر[2]

(آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوا اور نہ سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھا گیا)

حضرت امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ (م ۵۰۲ھ) نے یوں رقم فرمایا:

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا مشی لم یکن لہ ظل[3]

(مروی ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا)

حضرت امام شہاب الدین خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۹۶ھ) تحریر فرماتے ہیں:

لا ظل لشخصہ ای جسدہ الشریف اللطیف۔

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپائے لطیف کا سایہ نہیں)

---

[1] زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۲۲۰

[2] کتاب الخمیس

[3] مفردات امام راغب ص ۳۱۷

حضرت علامہ برہان الدین احمد حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشٰی فی الشمس او فی القمر لا یکون لہ ظل لشخصہ لانہ کان نورًا۔[1]

(بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کے جسمِ انور کا سایہ نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ آپ نور ہیں)

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

ومما یؤید انہ صلی اللہ علیہ وسلم صار نورًا انہ کان اذا مشٰی فی الشمس والقمر ولا یظہر لہ ظل لانہ لا یظہر الا للکثیف وھو صلی اللہ علیہ وسلم قد خلصہ اللہ من سائر الکثافات الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفا لا یظھر لہ ظل اصلا۔[2]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نُوری ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور جب چاند سورج کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا اس لیے کہ سایہ کثیف کا ظاہر ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالےٰ نے تمام کثافتوں سے پاک فرما کر آپ کو نورِ خالص بنا دیا تھا اس لیے حضور کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا)

علامہ شیخ محمد طاہر مجمع البحار جلد ۳ ص ۴۰۵ ، علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ ص ۵ ، امام احمد مناوی شرح شمائل جلد ا ص ۴۷ ، ملّا علی قاری

---

[1] سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۲۲

[2] افضل القریٰ ص ۲۷

جمع الوسائل بشرح الشمائل جلد ا ص ۱۷۶ میں اسی مضمون کو بالفاظِ متقاربہ علی الترتیب اس طرح لاتے ہیں :

لا یظھر له ظل لم یکن له صلی اللہ علیه وسلم ظل فی شمس ولا قمر لم یکن للنبی صلی اللہ علیه وسلم ظل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لم یکن له صلی اللہ علیه وسلم ظل۔

اسی طرح سیرت شامی میں صاحبِ شامی بھی مضمون ارقام فرماتے ہیں ، یونہی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۹۴ پر امام تقی الدین سبکی کا یہ شعر بھی اسی عقیدہ پر شاہد ہے ؎

لقد نزہ الرحمٰن ظلك ان یری
علی الارض ملقی فانطوی لمزیة

(رحمان نے آپ کے سایہ کو زمین پر واقع ہونے سے پاک فرما دیا اور پامالی سے محفوظ رکھنے کے لیے آپ کی عظمت وفضیلت کی بناء پر اسے لپیٹ دیا)

صاحب الوفاء کی یہ حقیقت افروز رباعی بھی ملاحظہ فرمایئے ؎

ما جر لظل احمد اذیال | فی الارض کرامۃ کما قد قالوا
ھذا عجب وکم به من عجب | والناس لظله جمیعا قالوا

(حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سایہ کا دامن بسبب بزرگی زمین پر نہیں کھینچا گیا ، یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ تمام لوگ آپ کے زیرِ سایہ آرام بھی فرماتے ہیں)

اس رُوح پرور، ایمان افروز رباعی کو علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۱۹ میں لاتے ہیں اور پھر نتیجہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں :

وقد نطق القرآن بانه النور المبین وکونه

بشرا لاینا فیہ۔

(اس پر قرآن کریم شاہد و ناطق ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نورِ مبین ہیں اور حضور کا جامۂ بشریت میں ہونا سایہ نہ ہونے کے منافی نہیں)

امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ یُوں ارقام پذیر ہیں:

"ناچار او را سایہ نبود نیز در عالمِ شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف تر از وے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد"[1]

(بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا کیونکہ اس جہان میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لطیف جہان میں کچھ بھی نہیں تو پھر آپ کے لیے سایہ کس وجہ سے ہو سکتا ہے)

نیز ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"ہر گاہ محمد رسول اللہ از لطافت ظل نبود خدائے محمد چگونہ ظل باشد۔"[2]

(جب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لیے بسبب لطیف ہونے کے سایہ نہیں ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدا کے لیے سایہ کیسے ہو سکتا ہے!"

ھ

لم یخلق الرحمٰن مثل محمد
ابدا وعلمی انہ لا یخلق

---

[1] مکتوبات شریف ج ۲ ص ۱۸۷
[2] " " " ص ۲۳۷

(اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل پیدا ہی نہیں کیا اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا ہی نہیں کرے گا)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

نبود مر آں حضرت را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول الیٰ ان قال و نور یکے از اسمائے آنحضرت است و نور را سایہ نباشد[1]

(آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ شمس و قمر کی روشنی میں نہ تھا اسے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ذکوان سے روایت کیا جبکہ کہا گیا کہ آپ کے اسمائے گرامی سے آپ کا ایک نام نور ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا)

نیز دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ونمی افتاد آنحضرت را سایہ بر زمین کہ محل کثافت ونجاست است و دیدہ نہ شد او را سایہ در آفتاب (الیٰ ان قال) چوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نور باشد نور را سایہ نباشد[2]

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اس لیے کہ سایہ محلِ کثافت و نجاست ہے۔ اور آپ کا سایہ سورج کی روشنی میں بھی نہ دیکھا گیا (الیٰ ان قال) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہیں تھا اس لیے کہ آپ نور ہیں اور نور کیلئے سایہ نہیں ہوتا)

اسی طرح مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۱ میں ہے:

---

[1] مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۱

[2] 〃 〃 ص ۱۱۸

عثمان بن عفان گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا
بر زمین نجس افتد۔

(حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور کا سایہ شریف زمین پر واقع نہیں ہوتا کہ کبھی پلید زمین پر واقع نہ ہو جائے)

نیز معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۰۰ میں حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ذی النورین گفت بآں دلیل کہ خدائے تعالیٰ روا نمی دارد کہ سایۂ تو بر زمین افتد سبب او آنست کہ مبادا زمین نجس باشد یا آنکہ کسے پائے قدم بر سایۂ تو نہد۔

(حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ خدا تعالیٰ یہ جائز نہیں رکھتا کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ زمین پلید ہو یا کوئی آپ کے سایہ پر قدم رکھے)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اسی مضمون کو بایں الفاظ درج فرماتے ہیں:

از خصوصیاتیکہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را در بدن مبارکش دادہ بودند کہ سایۂ ایشاں بر زمین نمے افتاد[1]

(جو خصوصیتیں نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں عطا کی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا)

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم ص ۲۱۹

شیخ المفسرین حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود [1]

(اولیاءِ اُمت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا)

الفاضل الکامل ملّا محمد معین الواعظ کاشفی الھروی علیہ الرحمۃ یوں رقمطراز ہیں :

قال العلماء قدس ارواحھم کان فی نفسہ علیہ السلام عشر معجزات یعلم بہ کل من لہ عقل انہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یعنی در ذاتِ بابرکاتِ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم دہ چیز بود از معجزات و آیۃ برسالت او، اول آنکہ ذاتِ بابرکات مقدس نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم چندانکہ در آفتاب تردد کردے و در ماہتاب آمد و شد نمودے سایۂ وے برزمین نمی افتاد زیراکہ آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اصلا سایہ نبود و در یں باب اشارت چند حکمت گفتہ اند یکے آنکہ چوں ذاتِ بابرکاتش نوری بود و مجسم گشتہ و تمامی نیرات از ذاتِ عالی صفات او استفاضۂ انوارِ صوری و معنوی نمودہ و ظل چوں از ظلمتے خالی نیست ملایم ذاتِ نورانی صفات آں آفتاب فلک سروری و خورشید سپہر پیغمبری صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبودے

ذات تو خورشید سپہر صفاست ۔۔۔ لاجرمش سایہ نہ اندر قفاست

سایہ چساں با تو کند ہمسری ۔۔۔ رو کہ تو خود سایہ نور اللّٰہی

حکمتِ دیگر آنکہ نورِ آفتاب لمعۂ بود از نورِ ذاتِ عالی صفات

---

[1] تذکرۃ الموتیٰ والقبور ص ۳۱

آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و درانارۂ نورِ او غالب بود بر نورِ آفتاب تا بمرتبہ کہ آفتاب عکسے بود از سایۂ وجود باجود اوسہ

اے خواجہ کہ عشقِ ازلی مایۂ تست　　بر ہفت فلک کمینہ یک پایۂ تست
جسمت زلطافت چو ندارد سایہ　　زانست کہ آفتاب در سایۂ تست

حکمتِ دیگر آنکہ در ظلِ ہر چیزی مثلِ اوست چوں آنحضرت را صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از زمانِ ایجادِ خلق تا وقت افنا ء آں مثل و نظیر نبود لاجرم سایہ کہ مثلِ شخص است از ذاتِ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مختفی است سہ

سایہ چوں با شخص کند ہمسری　　نیست ترا در خور و مہ ہمسری
چونکہ نظیرت نبود در جہاں　　سایہ ترا نیست از اں ہمعناں

حکمتِ دیگر آنست کہ زمین از آلائش خالی نیست حق تعالےٰ نمی خواست کہ سایۂ ذاتِ پاکِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بر خاک افتد نباید کہ بر جائے ناپاک افتد صیانت ایں معنیٰ نمودہ بدیں خصیصۂ اش مخصوص گردانید سہ

سایہ ندیدت بر زمیں ہیچ کس　　نور بود سایۂ خورشید و بس
جانب از آلائش تن پاک بود　　سایہ نینداخت بریں خاک بود

حکمتِ دیگر آنکہ ظلِ ظلیل و سایۂ نبیل آں پیغامبر با تبجیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بر زمین افتادی و اقدامِ کافراں و منافقاں بر آں محل رسیدی مناسب علوِ مرتبت و رفعت و منزلتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نبودی لاجرم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جلالِ احدیت جل وعلا سایہ گرانمایہ آنحضرت محمدیہ را صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ازیں نوعِ اہانت و صیانت فرمود کہ ولا یقع ظلہ علی الارض سہ

آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و درانارۂ نورِ او غالب بود بر نورِ آفتاب تا بمرتبہ کہ آفتاب عکسے بود از سایۂ وجود باجود او ؎

اے خواجہ کہ عشقِ ازلی مایۂ تست | بر ہفت فلک کمینہ یک پایۂ تست
جسمت زلطافت چو ندارد سایہ | زانست کہ آفتاب در سایۂ تست

حکمتِ دیگر آنکہ در ظلِ ہر چیزی مثلِ اوست چوں آنحضرت را صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از زمانِ ایجادِ خلق تا وقت افنا ر آں مثل ونظیر نبود لاجرم سایہ کہ مثل شخص است از ذاتِ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختفی است ؎

سایہ چوں باشخص کند ہمسری | نیست ترا در خور و مہ ہمسری
چونکہ نظیرت نبود در جہاں | سایہ ترا نیست از اں ہمعناں

حکمتِ دیگر آنست کہ زمین از آلائش خالی نیست حق تعالےٰ نمی خواست کہ سایۂ ذاتِ پاکِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بر خاک افتد نباید کہ بر جائے ناپاک افتد صیانت ایں معنیٰ نمودہ بدیں خصیصہ اش مخصوص گردانید ؎

سایہ ندیدت بر زمیں ہیچ کس | نور بود سایۂ خورشید و بس
جانب از آلائش تن پاک بود | سایہ نینداخت بریں خاک بود

حکمتِ دیگر آنکہ ظلِ ظلیل و سایۂ نبیل آں پیغامبر با تبجیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بر زمین افتادی واقدامِ کافراں و منافقاں بر آں محل رسیدی مناسب علوِ مرتبت و رفعت ومنزلتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبودی لاجرم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلالِ احدیت جل و علا سایہ گرانمایہ آنحضرت محمدیہ را صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ازیں نوع اہانت وصیانت فرمود کہ ولا یقع ظلہ علی الارض ؎

من آں نیم کہ قدم بر قدم نہم لیکن
بہر زمین کہ تو می نہی سرم آنجاست

حکمتِ دیگر آنکہ چنانکہ در دنیا دُعائی خود را از برائے شفاعتِ امت ذخیرہ ساخت چنانچہ فرمود لکل نبی دعوۃ مستجابۃ وانما حساب دعوتی شفاعتی لاھل الکبائر من امتی ہمچنیں سایۂ خود را در دُنیا ذخیرہ ساخت از برائے آفتاب قیامت گزاشت[1]

حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کس خوبصورت انداز سے ارشاد فرماتے ہیں، ؎

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود[2]

اس کی شرح میں مولانا بحر العلوم ارقام پذیر ہیں کہ :

"در مصرعۂ ثانی اشارہ بہ معجزۂ آں سرور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد۔"

(دوسرے مصرعہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور کا سایہ نہیں تھا)

امامِ اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کی اس مسئلہ پر بڑی مؤثر اور مدلل تصانیف موجود ہیں جن میں بڑی وضاحت سے تحریر کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جسمِ انور کا سایہ نہیں کیونکہ آپ نورِ مبین ہیں اور نور کا سایہ نہیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے نعتیہ کلام میں اس مشہور معجزہ کو نہایت ایمان پرور الفاظ میں منظوم فرمایا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے آپ کی گرانقدر تصانیف میں سے

---

[1] تتمہ معارج النبوۃ فی مدارج النبوۃ ص ۱۳-۱۲

[2] مثنوی شریف دفتر پنجم

قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام، نفی الفئ عمن استنار بنورہ کل شئی، صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ، ہدی الحیران فی نفی الفئ عن سید الاکوان اور حدائق بخشش وغیرہ۔ البتہ یہاں آپ کے والد ماجد امام الاصفیا، حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کی ایک حسین وجمیل تحریر پیش کی جاتی ہے جس میں اس مسئلہ کو وہ ایسے رنگ میں لائے ہیں کہ سبحان اللہ! ذرا اندازِ بیان کی خوبی ولطافت دیکھئے اور اپنے عقیدے کو جلا بخشئے:

"سایہ بلند پایہ اس قدِ زیبا کا عنقائے قاف نایابی ہے یا سُرمۂ چشمِ عدم، اور ظلِ ہمایوں اس سایۂ خدا کا عین نور یا نورِ عین نیرِ اعظم، ماہِ منور کے قریب اندھیرا کسی نے دیکھا ہے؟ اور مہرِ انور کے پاس سایہ کب آسکتا ہے ؎

فتادہ سایہ زاں خورشید رخ دور
کہ باہم راست ناید ظلمت و نور

اگر جسمِ نورانی کے لیے سایہ فرض کیا جائے تو نور کے سوا کیا نظر آئے گا، اگر وہ سایہ دیدۂ اہلِ بصیرت میں نہ سماتا نورِ معرفت انھیں نظر آتا؟ اور جو وہ ظلِ ہمایوں آئینۂ مہر ومہ میں منعکس نہ ہوتا آسمان انھیں آنکھ کا تارا نہ بناتا، مقام اس قامت سراپا عظمت کا اس سے برتر اور اعلیٰ ہے کہ ہمسر اس کا پایا جائے اور مرتبہ اس جسمِ مبارک کا اس سے بہت بالا ہے کہ پیرو اس کا چاکر افتادہ نظر آئے یاایھا المشتاقون بنور جمالہ صلوا علیہ و اٰلہ اللھم صل علیٰ نور الھدیٰ و بدر الدجیٰ وسلم تسلیما۔"[1]

---

[1] سرور القلوب فی ذکر المحبوب ص ۸۱

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی یوں لکھتے ہیں :

وحق تعالیٰ آں جناب سلام علیہ را نور فرمود و بہ تواتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند[1]

(اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا نیز یہ تواتر سے ثابت ہے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ آپ نور ہیں اور نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں)

جناب مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کا بیان بھی ملاحظہ ہو :

"یہ جو مشہور ہے کہ سایہ نہ تھا حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ، تو یہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے گو وہ ضعیف ہیں مگر فضائل میں متمسک بہ ہو سکتی ہیں[2]"

دوسری جگہ یہ الفاظ ملتے ہیں :

"یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سایہ نہیں تھا (اس لیے کہ) ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرتاپا نور ہی نور تھے ، حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ظلمت نام کو بھی نہ تھی اس لیے آپ کے سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ کے لیے ظلمت لازمی ہے[3]"

لگے ہاتھوں مفتی دیوبند جناب عزیز الرحمٰن کے قلم سے ایک فتویٰ بھی دیکھ لیجئے :

سوال ۱۴۶۴ : وہ کون سی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ رسول مقبول

---

[1] امداد السلوک ص ۸۵

[2] میلاد النبی ج ۴ ، المرلع فی الربیع ص ۵۷۲

[3] شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ ص ۳۹ (بحوالہ ذکر جمیل از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا؟

الجواب

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی :

اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری له ظل فی الشمس والقمر الخ

اور تواریخ حبیب الٰہ میں مفتی عنایت احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔ مولوی جامی رحمہ اللہ نے آپ کے سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں : ؎

پیغمبر ما نداشت سایہ ۔۔۔ تا شک بدل یقیں نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیرو اوست ۔۔۔ پیداست کہ پا زمیں نیفتد

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ [1]

حافظ محمد لکھوی وہابی یوں ارقام طراز ہیں [2] :

خدائے تعالیٰ در آخر سورۂ انبیاء ، پاک فرمود وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین یعنی نہ فرستادہ ایم ترا یا محمد مگر رحمت برائے جہانیاں ، پس گویا سایۂ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمیں ست ہر کہ قابل رحمت است زیر سایۂ او در آید و مصنف سیزدہ وجہ بیان کردہ برائے عدم سایہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] عزیز الفتاویٰ ج ٦ ص ٢٠٢

[2] در شیر طریقت بر حاشیہ شہباز شریعت

در سیزدہ بیت کہ از قولِ او : ع

اِسں رحمتِ عالم سَندا سایہ دھرتی مُول نہ پوندا

تا قولہ : ع

لبس کر، نورِ محمد کیونکہ سایہ سرور کیتھرا

یکے آنکہ تا کافرے یا منافقے براں پائے نہ نہند۔ دوم آنکہ سایہ خالی از ظلمت و تاریکی نباشد و جسم آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نورانی است۔ سوم آنکہ سایۂ خود را ذخیرہ داشتہ کہ در حدیث بخاری و مسلم مسطور است۔ چہارم آنکہ سایۂ او رحمت است۔ پنجم آنکہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیشوائے جہاں ست مبادا کہ سایہ پیشِ او شود۔ ششم آنکہ سایہ ہر چیز نزدیک او باشد و سایہ تاریک است و آں حضرت روشن ترین جملہ اشیاء ست، پس مناسب نیست کہ تاریکی نزدیک انوار آید۔ ہفتم آنکہ دلیل سایہ آفتاب و سایہ ہر چیز بہ بلند شدن آفتاب گم میگردد و مناسب نبود کہ آفتاب سایۂ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را گم سازد۔ ہشتم آنکہ در علمِ الٰہی مردم دو گروہ اند قولہ تعالےٰ فریقٌ فی الجنۃ و فریقٌ فی السعیر پس مناسب نبود کہ در سایہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کسے در آید۔ نہم آنکہ سایہ ہر شخصے بہ سجدہ باشد بر زمین و اکثر شخصہا خود از سجدہ محروم مے باشند و آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سزاوارِ رکوع و سجود کنندگان بود پس حاجت سجود سایہ نبود۔ دہم آنکہ خدائے تعالیٰ مومناں را از ظلمت برآوردہ بسوئے نور مے آرد و اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سایہ ظاہر بودے عکس ایں امر شدے۔ یازدہم آنکہ بر جوہرِ صافی را سایہ روشن تر باشد و آنحضرت انوار ہمہ بودند

دوازدہم[۱۲] آنکہ سایہ ہر کسے بر زمین بہ سایہ دیگرے می آمیزد و مناسب نبود کہ سایہ دیگراں بیامیزد۔ سیزدہم[۱۳] آنکہ سایہ بر چیز صافی صافی می نماید و بر چیزے ناپاک ناپاک مے نماید پس مناسب نبود کہ سایہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ناپاک نماید (واللہ تعالیٰ اعلم)

"مسئلہ سایہ" میں حضرت فقیہ اعظم استاذی المکرم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی دامت برکاتہم نے مذکورہ فارسی عبارت کا اردو ترجمہ فرمایا ہے، تبرکاً اسی کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"مولانا نور محمد صاحب جوڑوی نے اپنی مشہور کتاب "شہباز شریعت" ص ۲۱۰ و ۲۱۱ کے تیرہ شعروں میں سایہ نہ ہونے کی تیرہ[۱۳] دلیلیں بیان کی ہیں جن کی تفصیلی تقریر جناب حافظ محمد صاحب لکھی والے اس کے حاشیہ "شیر طریقت" میں بایں الفاظ ذکر فرماتے ہیں:

"سایہ (اوہ رحمت الخ) خدا تعالیٰ نے قرآن مجید سورہ انبیاء کے آخر میں فرمایا ہے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین یعنی اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہانوں کے، پس گویا سایہ آنحضرت کا یہی ہے اس لیے کہ جو شخص قابل رحمت ہے وہ اس سایہ کے نیچے آجاتا ہے۔ مصنف نے آں حضرت کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں تیرہ وجوہ تیرہ بیتوں میں بیان کی ہیں، ابتدا ان تیرہ[۱۳] بیتوں کی اس مصرعہ سے ہے ع

اُس رحمت عالم سندا سایہ دھرتی مول نہ پوندا

اور آخری مصرعہ ان تیرہ بیتوں کا یہ ہے: ع

بس کر نور محمد کیونکر سایہ سرور رکھدا

پھر تیرہ[۱۳] وجوہ ایک ایک بیان کرتے ہیں:

اوّل یہ کہ کافر یا منافق اس سایہ پہ پاؤں نہ رکھے۔

دوسرے[۲] یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت کا جسم نورانی ہے۔ تیسرے[۳] یہ کہ اس نے اپنا سایہ واسطے آخرت کے ذخیرہ رکھا ہے جیساکہ اپنی دُعا کو شفاعت کے لیے ذخیرہ رکھا چنانچہ حدیث بخاری و مسلم میں لکھا ہُوا ہے۔ چوتھا[۴] یہ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔ پانچویں[۵] یہ کہ آنحضرت جہان کے پیشوا ہیں لیا نہ ہو کہ سایہ ان کے آگے ہو۔ چھٹے[۶] یہ کہ سایہ ہر چیز کا اُس کے نزدیک ہوتا ہے اور سایہ تاریک ہے اور آنحضرت تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں، پس مناسب نہیں کہ تاریکی اس کے نزدیک آئے ــــــ ساتویں[۷] یہ کہ سایہ کی دلیل آفتاب ہے اور سایہ ہر چیز کا بسبب بلند ہونے آفتاب کے کم ہو جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آفتاب آنحضرت کے سایہ کو کم کر دے۔

آٹھویں[۸] یہ کہ علمِ الٰہی میں لوگ دو گروہ ہیں فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر یعنی ایک گروہ جنتی اور ایک گروہ دوزخی، پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سائے کے نیچے آئے اور پھر دوزخی ہو جائے۔ نویں[۹] یہ کہ سایہ ہر شخص کا زمین پر سجدہ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی سجدہ سے محروم ہوتے ہیں، اور آنحضرت رکوع اور سجود کرنے والوں کے سردار تھے پس حاجت سجود سایہ کی نہ تھی۔ دسویں[۱۰] یہ کہ خدا تعالےٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور اگر آنحضرت کا سایہ ظاہر ہوتا تو اُس کا عکس ہوتا۔ گیارھویں[۱۱] یہ کہ جوہر صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آں حضرت سب سے زیادہ روشن تھے۔

بارھویں[۱۲] یہ کہ سایہ ہر ایک دوسرے کے سایہ سے مل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آں حضرت کا سایہ دوسروں کے سایہ سے

خلط ملط ہوتا۔ تیرھویں یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر آتا ہے پس مناسب نہ تھا کہ آں حضرت کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔"

ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہُوا کہ صحابہ کرام، تابعین، مجتہدین، ائمۂ کرام، محدثین ومفسرینِ عظام، علماء وصوفیاء اور اولیاء اللہ کا مذہب و عقیدہ یہ ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم انور بے سایہ تھا۔

کائناتِ حُسن میں وُہ جلوہ فرما ہو گئے
جن کی صُورت حق نما ہے جن کی سیرت حق نما

(تابش قصوری)

کلامِ شُعراء

اکابر امت کے اقوال وارشادات اور منظوم خیالات سے مستفیض ہونے کے بعد برصغیر کے ان گنت شعراء میں سے چند حضرات کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں جنھوں نے اس عقیدے کو بڑے لطیف پیرائے میں نعت کا موضوع بنایا اور اس مسئلہ کو رنگا رنگ نکات سے مزین کیا ہے۔

آج کل بہت کم شعراء قرآن و احادیث کے مضامین کو نظم کا لباس پہناتے ہیں یہ اشعار ان کے لیے بھی یقیناً مینارِ نور کی حیثیت رکھیں گے تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت میں حضور کے اوصافِ جمیلہ، کمالاتِ حمیدہ اور معجزاتِ کریمہ کا کھل کر اظہار فرما سکیں۔

حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمۃ،

برہنہ گرداں قیامت بدوش — گشتہ زذیلِ کرمش حلہ پوش

سایۂ خویش آنکہ نکرد بیش نشر — داشتہ از بہرِ خورشید حشر

تا چو بسوزیم دراں آفتاب — خود فگنے سایہ براہلِ عذاب

از عملِ خویش ندارم امید — بر کرمِ تست مرا اعتمید

ایں ہمہ گستاخی ما بر گناہ — زاں سبب آمد کہ توئی عذر خواہ

من کہ بجاں بستہ رشتۂ توام — خسروم اما سگِ کوئے توام

(تتمہ معارج النبوۃ)

شیخ عبدالاحد مجددی :

ازاں سایہ کہ او قدش نبودند ۔۔۔ سوادِ مردمِ بینش نمودند

(ارمغانِ نعت)

فیضی :

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم ۔۔۔ بے سایہ و سایبانِ عالم

(اقبال اور عشقِ رسول)

حکیم فیروز الدین طغرائی امرتسری :

آفاق را آفتاب رخت گشت مستنیر ۔۔۔ بے سایہ ازاں کہ ز نور آفریدہ ای

(فارسی گویانِ پاکستان)

علیم اللہ علیم (قلات) :

در نظر آمد مرا اندر کتاب ۔۔۔ معجزہ بسیار بودش بے حساب

ہیچگہ سایہ نبودش بر زمین ۔۔۔ نور را سایہ نباشد بالیقین

(شعر فارسی در بلوچستان)

مولانا غلام محی الدین قصوری علیہ الرحمۃ :

سایہ نبودش بر زمین اے فلاں ۔۔۔ سایہ ندیدست کس از روح و جاں

(تحفۂ رسولیہ)

اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی :

جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کڑی کیسی ۔۔۔ لو وہ قدِ بے سایہ اب سایہ کناں آیا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا ۔۔۔ سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت ۔۔۔ ظلِ ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام

(حدائقِ بخشش)

مولانا حسن رضا خاں بریلوی:

یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے — ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہے

(ذوقِ نعت)

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ:

سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نورٌ علیٰ نور — کہ مشکوٰۃ ہے شان انکی انھیں کیا واسطہ ظل سے

(دیوانِ نعیم)

مفتیِ اعظم ہند مصطفےٰ رضا نوری:

وہ ہیں خورشیدِ رسالت، نور کا سایہ کہاں — اس سبب سے سایۂ خیر الوریٰ ملتا نہیں

(قبالۂ جنت)

مولانا ضیاء قادری بدایونی علیہ الرحمۃ:

عیاں تھی شانِ یکتائی، نہ تھا سایہ محمد کا — شعاعِ نورِ وحدت جسمِ انور تھا محمد کا

نہ پایا چاندنی شب میں نہ دیکھا روزِ روشن میں — مہ و خورشید ڈھونڈا ہی کیے سایہ محمد کا

(تجلیاتِ نعت)

امیر مینائی:

زمیں پہ عمر بھر ہم نے نہ پایا اس کے سائے کو — سمجھنے ہی نہ تھے کچھ آج تک ہم اس کنایے کو

(محامدِ خاتم النبیین)

نامعلوم:

نقیضین آکر گلے مل رہی ہیں — کہ بے سایہ عالم پہ سایہ فگن ہے

(نوری کرن، خیر البشر نمبر ۱۹۶۱ء)

کیفی ٹونکی:

قد ہے بے سایہ بدن نورِ خدا کا محبوب — ہے خدائی سے یہ انسان نرالا کیسا

پھر قدِ پاک کا سایہ بھی بناتا بے شک — گر خدا نے تمھیں یکتا نہ بنایا ہوتا

یہ ظاہر بات ہے سایہ کا سایہ ہو نہیں سکتا — خدا کا ہے وہ سایہ کیا ہو سایہ اس قد کا

([illegible])

فائق بریلوی :

واہ رے یکتائی ایسے کو کیا اپنا حبیب — جس کے سایہ ہی نہ تھا اور مثل بھی نایاب تھی

(بوستان نعت)

راسخ دہلوی :

حقیقت میں خدا لگتی کہی پیر طریقت نے — رسول عالم معنی تھا سایہ آپ کے قد کا

(بوستانِ نعت)

عطا بدایونی :

زمیں پر نقشِ پائے مصطفٰے خورشیدِ رحمت ہے — بنا ہے ظلِ رحمت عرش پر سایہ محمد کا

(بوستانِ نعت)

بیان میرٹھی :

لولاک لما کی شان دونوں میں رہی — سائے سے عدم بنا تو جلوے سے وجود

محسن کاکوری :

مجھ کو نہیں چاہئے کسی کا سایہ — انساں کا، ملک کا، یا پری کا سایہ

سایہ نہ تھا جس کے تنِ اطہر کے لیے — میرے سر پر رہے اسی کا سایہ

مفتی غلام سرور لاہوری :

قدِ بے قد وہ قد تھا جس کے سایہ کے تلے — رات دن روشن تھے سرِ انور و بدر کمال

(کلیاتِ سرور)

میر حسن دہلوی :

یہ تھا رمز اس کے جو سایہ نہ تھا — کہ رنگِ دوئی واں تک آیا نہ تھا

(ارمغانِ نعت)

قلندر بخش جرأت :

دلیل اس کی ہے یکتائی کی یہ لاریب اے جرأت — کہ تھا سایہ نہ اس محبوبِ ذاتِ کبریائی کا

(ارمغانِ نعت)

امام بخش ناسخ لکھنوی :

رگھسے مثلِ قلم پائے طلب لیکن نہ ہاتھ آیا
نشانِ سایۂ احمد نشانِ تصویرِ احمد کا

(ارمغانِ نعت)

دبیر لکھنوی :

تسلیم نبی کو ہر سلیماں خم ہے
خاتم لقب و زیرِ نگیں عالم ہے
سائے کی سیاہی نہ رہے کیونکر دُور
خاتم ہے مگر نور کی یہ خاتم ہے

(خاتونِ پاکستان ، رسول نمبر)

اصطفا لکھنوی :

نہ کیوں ہو نورِ مجسّم وہ جسمِ بے سایہ
نکال دی گئی ظلمت ہو جس کے سینے سے

(ارمغانِ نعت)

آفتاب اکبرآبادی :

اللہ رے لطافتِ جسمِ رسولِ پاک
سایہ پہ حوصلہ نہیں پڑتا نگاہ کا

بیانؔ یزدانی میرٹھی :

خدا کی طرح وہ بھی ہے نورِ یکتا
نظیر اس کی کیا جس کا سایہ نہیں ہے

احسان دانش :

کون ہے کس کو گوارا ہے جُدائی تیری
کیوں جُدا ہوتا ترے جسم سے سایہ تیرا

احمد ندیم قاسمی :

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

(ضیائے حرم ، میلاد النبی نمبر ۱۹۷۵ء)

حفیظ تائب :

اہلِ جہاں کو ایسی نظر ہی نہیں ملی ؎
دیکھے جو تیرا سایۂ قدِ سیّد الوریٰ

(صلوا علیہ و آلہ)

عزیز حاصل پوری :

سایہ تو کہاں سائے کا عنقا ہے گماں بھی
وہ حسنِ لطافت ہے سراپائے نبی میں
(جامِ نور)

قمر یزدانی :

نظر آیا اسے سائے میں بھی محبوب کا ثانی
خدا نے اس لیے رکھا نہیں سایہ محمد کا
(خم خانۂ محمد)

راجا رشید محمود :

چراغِ شوق لے کر رات دن ڈھونڈو زمانے میں
مگر تا حشر پاؤ گے نہ ان کا سایہ و ثانی
(ورفعنا لک ذکرک)

اختر الحامدی :

مجسم نورِ مطلق ہو، جمالِ ذاتِ مولا ہو
ہو تم ظلِّ خدا پھر کس طرح سایہ تمہارا ہو

ماہر القادری :

سلام اس پر کہ تھا الفقر فخری جس کا سرمایہ
سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایہ
(ذکرِ جمیل)

شان الحق حقی :

نہ کہیئے ان کا سایہ ہی نہیں تھا
کہ ثانی تو کوئی بے شک نہیں ہے
مگر جس پر بھی سایہ پڑ گیا ہے
وُہ انساں نازشِ روئے زمیں ہے
(ارمغانِ نعت)

اشتیاق حسین شوق :

وہ جس نے زندگی کو بہتر و رہنا سکھایا ہے،
وہ جس کا قدِ بے سایہ گنہگاروں کا سایہ ہے
(سلامِ قدس)

انصار الٰہ آبادی :

وہ جس نے ظلم سے انساں کو غفلت میں بچایا ہے،
جو بے سایہ ہے لیکن عالمِ ہستی کا سایہ ہے
(سلامِ قدس)

شرف شیخوپوری :

سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ سایہ تھا
سلام اس پر کہ جس نے عرش کو جا کر سجایا تھا
(سلام قدس)

صہبا اختر :

وہ نبی جب بھی تھا جب کوئی نبی آیا نہ تھا
اس کے سائے تھے بہت سے جس کا خود سایہ نہ تھا

سرور بجنوری :

سلام ان پر حبیب اللہ حق نے جن کو فرمایا
سلام ان پر کہ جن کا جسمِ نورانی تھا بے سایہ
(سلامِ قدس)

مرزا بادی عزیز لکھنوی :

سایہ بھی جدا جسم سے ہوتا نہیں دن رات
زورِ کششِ حُسنِ خدا داد کی کیا بات
(صحیفۂ ولا)

اعظم چشتی :

تمھارے جسمِ اطہر کی لطافت ہی بتاتی ہے
کہ ایسی ذاتِ لاثانی کا سایہ ہو نہیں سکتا
(نیر اعظم)

تابش قصوری :

نہ کیوں ہوتا بے سایہ جسمِ منور
کھتی نورِ مبیں آپ کے قد کی تابش

حدیثِ لولاک

ماہنامہ "ضیائے حرم" مئی ۱۹۷۲ء کے شمارہ میں پروفیسر خالد بزمی کی تحریر نظر سے گزری جس میں ظفر علی خاں کے شعر سے

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

پر تنقید کی گئی ہے کہ:

"اس میں لولاک لما کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں بعض لوگوں کے قول کے مطابق ایک حدیث قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ سے ماخوذ ہیں۔ علماء حدیث نے عام طور پر مذکورہ الفاظ کو حدیث تسلیم نہیں کیا کیونکہ یہ الفاظ عربی زبان کے قاعدوں کے مطابق درست نہیں، لولاك کی ترکیب محلِ نظر ہے، افلاك کا لفظ قرآن و حدیث میں کہیں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کی جگہ عام طور پر سماوات کا لفظ استعمال میں آیا ہے۔"

پروفیسر صاحب نے جو لولاك لما کی ترکیب کو محلِ نظر بتایا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ ترکیب درست ہے صرف ایک شخص، مبرد نے خلاف کیا ہے جس کی

ذرّہ بھر بھی وقعت نہیں، چنانچہ مغنی اللبیب جلد ا ص ۲۱۶ میں ہے:

"سمع قلیلا لولای و لولاك ولولاہ خلافا للمبرد ثم قال سیبویۃ والجمھور ھی جارۃ۔"

(عرب سے کبھی کبھی لولای، لولاك، لولاہ سُنا گیا ہے جبکہ مبرّد اس کے خلاف کہتا ہے، پھر امام سیبویہ اور جمہور ائمۂ نحو کہتے ہیں کہ یہ لولا اس ضمیر کو جر دیتا ہے)

نیز تفسیر قرطبی جلد ۱۴ ص ۳۰۲ میں ہے:

"من العرب یقول لولاکم حکاھا سیبویۃ تکون لولا تخفض المضمر۔"

(بعض عربی کہتے ہیں لولاکم، اس کو امام سیبویہ نے حکایت کیا ہے، لولا اس ضمیر کو جر دیتا ہے)

نیز تفسیر البحر المحیط جلد ۷، ص ۲۰۸ میں ہے:

"حکی الائمۃ سیبویۃ والخلیل وغیرھما مجیئہ بضمیر الجرنحو لولاکم وانکار المبرد ذلك لایلتفت الیہ۔"

(امام سیبویہ، امام خلیل اور دیگر ائمہ نے حکایت کیا ہے کہ لولا ضمیر مجرور کے ساتھ آتا ہے جیسے لولاکم، اور مبرّد کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا)

مفسرین اور ائمۂ لغت کی ان تصریحات سے امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ لولاك کی ترکیب صحیح ہے اور عربی قواعد کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث لولاك لما خلقت الافلاك کو بعض نے موضوع کہا ہے مگر ساتھ ہی محققین نے وضاحت فرما دی کہ وضع کا تعلق صرف الفاظ سے ہے معنیٰ اور مفہوم بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں:

"قال الصنعانی انہ موضوع کذا فی الخلاصۃ لکن معناہ صحیح۔"

(اس حدیث کو صنعانی نے موضوع کہا ہے جیسا کہ کتاب 'خلاصہ' میں ہے، لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے)

کیونکہ یہ معنیٰ بکثرت احادیث سے ثابت ہے اور اصولِ حدیث کا ایک طالبعلم بھی یہ جانتا ہے کہ روایت بالمعنیٰ جائز و درست ہے ورنہ کلامِ کریم کے مختلف زبانوں کے تراجم بھی محلِ نظر ٹھہریں گے کہ وہ بھی تو آخر روایت بالمعنیٰ ہی ہیں۔ تو ثابت ہُوا کہ اس حدیث کو بہانہ بنا کر ظفر علی خان کے اس شعر کو موردِ الزام ٹھہرانا سراسر غلط ہے۔

"افلاک کا لفظ قرآنِ کریم میں عام طور پر نہیں آیا" یہ اعتراض بھی بے جا ہے افلاک جمع ہے فلک کی، اور یہ قرآنِ کریم میں سورۃ الانبیاء اور سورۂ یٰسٓ میں ہے، کل فی فلك یسبحون۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کے ساتھ یہ کہہ کر کہ "افلاک کی جگہ عام طور پر سمٰوٰت کا لفظ آیا ہے" یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ افلاک کا لفظ گویا عربی زبان میں ناپسندیدہ، غیر مانوس اور غریب ہے جو فصیح کلام میں ناقابلِ استعمال ہے حالانکہ یہ لفظ فصیح ہے، مشاہیر فصحائے عرب کے کلام میں موجود ہے، نیز واضح ہو کہ افلاک کا معنیٰ سماوات خلافِ تحقیق ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ فلک اور سماء الگ الگ چیزیں ہیں، چنانچہ قاموس میں ہے:

"الفلك متحركة مدار النجوم والجمع افلاك والمنجمون یقولون انه سبعة اطباق دون السماء وکذا فی تاج العروس۔"

(فلک ستاروں کے مدار کو کہتے ہیں اور اس کی جمع افلاک ہے اور اہلِ نجوم کہتے ہیں کہ فلک آسمان کے نیچے سات چکر ہیں، اور اسی طرح تاج العروس میں بھی ہے)

یہ کتبِ لغت ہیں، اب مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں:

تفسیر قرطبی میں ہے:

قال الحسن الشمس والقمر والنجوم فی فلك بین السماء

والارض۔"

: حضرت حسن نے فرمایا سورج، چاند اور ستارے فلک میں ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے)

تفسیر النہر الماد میں ہے:

"قال اکثر المفسرین الفلک موج مکفوف تحت السماء تجری فیہ الشمس والقمر۔"

(اکثر مفسرین فرماتے ہیں فلک آسمان کے نیچے ایک لہر ہے جس میں سورج اور چاند چلتے ہیں)

تفسیر البحر المحیط میں اس پر مستزاد کہ:

"قال قتادۃ الفلک استدارۃ بین السماء والارض وقال الضحاک انما ھو مدار ھذہ النجوم۔"

(قتادہ نے کہا کہ فلک آسمان اور زمین کے درمیان ایک دائرہ ہے اور ضحاک کہتے ہیں کہ وہ ان ستاروں کا مدار ہی ہے)

رُوح البیان میں ہے:

"والفلک مجری الکواکب و مسیرھا۔"

(فلک ستاروں کے چلنے اور سیر کرنے کی جگہ ہے)

روح المعانی میں ہے:

"ھو کما قال الراغب مجری الکواکب۔"

(فلک، جیسا کہ راغب نے کہا ہے ستاروں کے چلنے کی جگہ ہے)

اس کے بعد فرمایا:

"ولا مانع عندنا ان یجری الکواکب بنفسہ فی جوف السماء وھی ساکنۃ لا تدور اصلا۔"

(ہمارے اہلِ اسلام کے نزدیک اس میں کوئی مانع نہیں کہ ستارہ

خود بخود آسمان کے پیٹ میں سیر کرے اور آسمان ساکن ہو ہرگز
نہ چلے)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"فسمیت تلك الطرق افلاکا فالافلاك تحدث بحدوث
سیرالکواکب"۔

(ستاروں کے انہی راستوں کا نام افلاک رکھا گیا ہے، پس
افلاک پیدا ہوتے ہیں بسبب پیدا ہونے والے ستاروں کے سیر کے)

پھر آگے جا کر فرماتے ہیں:

"فالفلك غیر السماء"

(لہذا فلک آسمان سے الگ شے ہے)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"انت تعلم ان السمٰوٰت غیر الفلك"۔

(تُو جانتا ہے کہ آسمان غیر افلاک ہیں)

تفسیر طبری میں ہے:

"الفلك الذی بین السماء والارض من مجاری النجوم
والشمس والقمر"۔

(فلک جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے ستاروں، سورج اور
چاند کے چلنے کی جگہیں ہیں)

اسی طرح تفسیر طنطاوی جس میں اکثر علومِ جدیدہ کو قرآنِ کریم سے ثابت کیا ہے
میں بھی بڑی تفصیل کے ساتھ افلاک کو مداراتِ نجوم کہا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہُوا کہ افلاک کوئی اجنبی لفظ نہیں اور یہ کہ افلاک اور
سماوات ایک چیز بھی نہیں تو پروفیسر صاحب کا سماوات کو افلاک کا مترادف یا
ہم معنیٰ ظاہر کرنا غلط العوام کی بناء پر ہے یا فارسی کے محاورہ سے مغالطہ لگا، یا

بعض غیر محقق اقوال سے دھوکا کھایا۔[1]

مندرجہ بالا سطور میں موضوعاتِ کبیر کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے کہ یہ حدیث باعتبارِ معنیٰ اور مفہوم کے بھی صحیح ہے، مزید تائید و توضیح کے لیے غور فرمائیے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہی سارے عالم کے ایجاد کا سببِ اول و اکمل ہیں جس کا ثبوت بکثرت احادیث اور اقوالِ سلف و خلف سے مبرہن و مبیّن ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کہ جبریلِ امین حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا محمد لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار۔"

ابنِ عساکر کی روایت ہے:

"لولاك ما خلقت الدنیا۔"

ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"عن النبی صلی اللہ علیه و اٰله وسلم عن اللہ عز وجل قال یا محمد وعزتی وجلالی لولاك ما خلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت هذه الخضراء ولا بسطت هذه الغبراء۔"

نیز بیہقی اور حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث میں ذکر کیا اور اس کو صحیح کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

"لولا محمد ما خلقتك۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

---

[1] فائدہ: اس بیان و تحقیق سے پتا چلا کہ تمام ستارے مع سورج و چاند آسمان کے نیچے فضا میں گھوم رہے ہیں اور ان کی گردش کے راستے افلاک ہیں تو اس سے جدید مادی وسائل کے ذریعہ خلابازوں کے چاند یا کسی اور ستارے پر اُترنے کا مسئلہ بھی خوب صاف ہو گیا۔

"لولاہ ما خلقتك ولا خلقت سماءً ولا ارضًا۔"

نیز مطالع المسرات وغیرہ کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا، یا اللہ! تُو نے مجھے کس لیے پیدا فرمایا ہے؟ فرمایا: "مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم لولاك ما خلقت ارضی ولا سمائی۔"

مطالع المسرات صفحہ ۱۱۴ میں ہے،

"وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین وقال الشیخ سیدی عبد الجلیل القصری علی ھذہ الاٰیۃ فھو صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم المرحوم بہ العالم بنص ھذہ الاٰیۃ و ان کل خیر ونور وبرکۃ شاعت وظھرت فی الوجود اوتظھر من اول الامجاد الی اٰخرہ انما ذلك بسببہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم۔"

یعنی ہر خیر وبرکت اور ہر نور (جس میں سورج، چاند اور ستارے داخل ہیں) جو مشہور وموجود ہو چکا یا آئندہ ہوگا، ازل سے ابد تک سب حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے سبب ہے۔ نیز مطالع المسرات میں ہے جسے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے صلاۃ الصفاء میں بھی نقل فرمایا ہے:

"اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم محیی لحیٰوۃ جمیع الکون بہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فھو روحہ وحیٰوتہ وسبب وجودہ وبقائہ۔"

(حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کا نام محیی ہے اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی آپ کے سبب سے ہے کیونکہ وہ جہان کی رُوح اور جان ہیں اور اس کے باقی رہنے اور پیدا ہونے کا سبب ہیں)

شرح شیخ زادہ علی البردہ میں لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم کی

تشریح میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی اُمت کو ان پر ایمان لانے کا حکم فرماؤ فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا محمد ما خلقت الجنۃ والنار یعنی اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں بہشت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔"

خرپوتی شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۷۲ - ۱۷ میں اسی شعر کی تشریح میں ہے:

"فی ھذا البیت تلمیح الیٰ ما نقل فی الحدیث القدسی لولاك لما خلقت الافلاك والمراد من الافلاك جمیع المکنونات اطلاقا لاسم الجزء علی الکل واشارۃ علی ما وقع لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی لیلۃ الاسراء فانہ علیہ السلام لما سجد للہ تعالیٰ فی سدرۃ المنتھی قال اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انا وانت وما سوی ذٰلك خلقتہ لاجلك۔"

(اس شعر میں اشارہ اس حدیث قدسی کی طرف ہے لولاك لما خلقت الافلاك۔ اور یہاں افلاک سے مراد تمام مخلوقات ہے جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے جو شبِ اسراء اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے فرمایا، جب آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کیا کہ میں اور تُو اور اس کے سوا جو کچھ ہے سب کو تمہارے سبب سے پیدا کیا ہے)

نیز مطالع المسرات وغیرہ میں ہے:

"قد قال علیہ السلام اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیء۔"

(حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہی ہر چیز
کو پیدا فرمایا)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث جس کو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے صلاۃ الصفا۔ فی نور المصطفیٰ صہ ۲ پر بھی نقل فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : اے جابر ! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا اپنے نور سے، پھر وہ نور گردش کرتا رہا قدرت سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا حالانکہ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت نہ دوزخ ، نہ کوئی فرشتہ، نہ آسمان نہ زمین ، نہ سورج نہ چاند ، نہ کوئی جن نہ کوئی انسان ، پھر اس نور سے ہر چیز پیدا فرمائی ۔ (المختصر)

اس تمام بیان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک ابتدائے آفرینش سے آخر تک تمام کائنات کا اصل ہے ساری مخلوقات اور سارا جہان اس کے انوار و تجلیات سے ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کے لیے پیدا کیا گیا ہے ، لہذا حدیث لولاك لما خلقت الافلاك کا معنی صحیح اور اس کی ترکیب بے غبار ، اور بعض کا اس کے الفاظ کو حدیث تسلیم نہ کرنا نثر و نظم ، فضائل و مناقب میں اس کے ذکر کو منع یا ناجائز نہیں کرتا ، بفضلہٖ تعالیٰ طالبِ حق کے لیے اتنی وضاحت کافی ، اور دوسروں کے لیے دفاتر ہوں تو وہ بھی ناداني ۔

ہاں ایک بات اور ہے جس کو میں یہاں بیان کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ پروفیسر صاحب نے اس شعر کو تو خوب ہدفِ تنقید بنایا ہے اور جو سراسر غلط اور عقیدۂ حقہ اہلسنت کے خلاف ہے ، اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ، اسی نظم کا آخری مصرعہ :

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی ، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یہ کتنا فضول اور لغو ہے ۔ پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ کو

ہم مرتبہ قرار دے کر اُمّت اسلامیہ کو ایک بہت بڑے اختلاف و افتراق سے بچایا گیا ہے، اس اعتبار سے مولانا کا یہ خیال ہزار تعریفوں کا حقدار ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا پروفیسر صاحب یہ بتاسکیں گے کہ اس مصرعہ کی بناء پر کتنا اختلاف ہُوا؟ تبرائی فرقے کے کتنے لوگ تائب ہُوئے؟ کیا اس سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بعد الانبیاء افضلیتِ مطلقہ کا انکار لازم نہیں آتا؟ کیا یہ عقیدہ آج تک باعثِ افتراق بنا ہُوا ہے؟ معاذ اللہ والعیاذ باللہ! نیز ایک اور بھی نشان دہی ضروری سمجھتا ہُوں کہ بزمی صاحب نے ظفر علی خاں کی ایک نعت جو صفحہ ۱۹۳ پر ہے اس کے آخری مصرعہ: "اے تاجدارِ یثرب و بطحا الخ" اور ایک اور جو صفحہ ۱۹۵ پر ہے، کے دسویں شعر کا پہلا مصرعہ "شانِ خدائے پاک تھی یثربیوں کی الخ" ان دونوں مصرعوں میں بھی ضمناً تعریف و توصیف کی جن میں مدینہ طیبہ کے لیے لفظِ "یثرب" استعمال کیا گیا ہے جو مکروہ اور خلافِ حدیثِ صحیح متفق علیہ ہے، محققینِ اکابر اہلِ سنّت والجماعۃ کی یہی تحقیق ہے، چنانچہ حضرت مولانا و مرشدنا الاعظم سیّدی صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے ایک عظیم فتویٰ کے چند اقتباسات نقل کرتا ہُوں:

بخاری شریف (وکذا) مسلم میں ہے "یقولون یثرب وھی المدینۃ" (لوگ کہتے ہیں یثرب، حالانکہ وہ مدینہ ہے) اس کے تحت فتح الباری میں: "ای بعض المنافقین یسمیہا یثرب واسمہا الذی یلیق بہا المدینۃ" (بعض منافقین کو مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اس کی شان کے لائق نہیں اس کی شان کے لائق نام مدینہ ہے)

دوسری حدیث جو امام احمد نے روایت فرمائی ہے: "من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ" (جو شخص مدینہ منورہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہیئے کہ استغفار کرے اس کا نام تو طابہ ہے)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا

اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔ نیز مرقاۃ جلد ۶ ص ۲۳-۲۲ پر طویل بحث ہے جس میں ہے: "قد حکی عن عیسٰی بن دینار ان من سماھا یثرب کتب علیہ خطیئۃ واما تسمیتھا فی القراٰن بیثرب فھی حکایۃ قول المنافقین الذین فی قلوبھم مرض وقد حکی عن بعض السلف تحریم تسمیۃ المدینۃ بیثرب" (عیسٰی بن دینار سے منقول ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اس پر گناہ لکھا جاتا ہے اور وہ جو قرآن کریم میں یثرب کہا گیا ہے تو وہ منافقوں کی بات نقل کی گئی ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے، اور بعض سلف صالحین سے مدینہ عالیہ کو یثرب کہنے کی تحریم نقل کی گئی ہے)

مدینہ عالیہ کا قدیمی نام یثرب تھا نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نام تبدیل فرما دیا اور اس کی جگہ طیبہ اور طابہ نام رکھ دیا۔ چنانچہ یہ لسان العرب اور تاج العروس لغت کی نہایت مستند اور مشہور کتابوں میں بھی موجود ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جذب القلوب شریف ص ۹ میں فرماتے ہیں (ترجمہ) حدیث میں آیا ہے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں"۔ آگے لکھتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے کہ "جو شخص مدینہ طیبہ کی طرف ناپاکی کی نسبت کرے یا اس کی فضا کو نازیبا کہے وہ مستوجبِ سزا ہے اور اسے گرفتار کرنا چاہیئے حتیٰ کہ سچی توبہ کرے۔ سرکار ابد قرار کے ورودِ مسعود سے پہلے مدینہ شریف کو لوگ یثرب کہتے تھے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھا گیا۔ تاریخ بخاری میں ایک حدیث ہے جو شخص مدینہ طیبہ کو ایک بار یثرب کہے وہ اس غلطی کی تلافی کے لیے دس مرتبہ کہے مدینہ مدینہ۔ انتہی ملخصاً من جذب القلوب)

تو معلوم ہوا کہ یہ نام (یثرب) اللہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت ناپسند ہے لہٰذا اس منع شدہ نام کو مدینہ شریف کے لیے بولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے!

بعض بزرگانِ دین کے کلام میں جو یثرب کا لفظ پایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت جامی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر ہے : ؎

کے بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

تو اس کی اگر مناسب اور صحیح توجیہ و تاویل ہو تو ٹھیک ورنہ سبقتِ قلم سے تعبیر کیا جائیگا کیونکہ احادیث و اقوال کثیرۂ سلف و خلف کے مقابل کسی ایک یا دو بزرگوں کا کلام کوئی حیثیت نہیں رکھتا چہ جائیکہ کسی آزاد خیال شاعر کا کلام۔ چنانچہ حضرت مولانا سید العارفین صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ العزیز نے ایک استفتاء کے جواب میں ارشاد فرمایا : "رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام (اسی مذکورہ بالا شعر) سے، سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی، تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید! کلامِ رسول کے لیے کلامِ غیر ناسخ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں حضرتِ جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی و عوالی مراد ہیں نہ کہ خاص شہر، چنانچہ یثرب پر بطحا کو عطف فرمانا اس کا مؤید ہے، اور دوسرے شعر میں : ؎

گر دِ صحرائے مدینہ بوئے آمد یا رسول!
من سرِ خود را فدائے خاکِ آں صحرا کنم

فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اس قدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعتِ حدیث لازم نہ آئے مگر صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اس کو سند بنانا نادانی ہے۔ واللہ الھادی وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وصحبہ وسلم۔

از استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ ابو الضیاء محمد باقر صاحب ضیاء النوری دامت برکاتہم
صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

حدیثِ لولاک

ضیائے حرم مئی ۱۹۷۴ء کے شمارے میں "مولانا ظفر علی خاں کی نعت گوئی" کے عنوان سے جناب خالد بزمی صاحب کا مضمون پڑھا، اس مضمون میں اس شعر پر بحث کی گئی ہے : ؎

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

خالد بزمی صاحب لکھتے ہیں ،

"لولاک والی حدیث صحیح نہیں ہے، لیکن مولانا ظفر علی خاں بہرحال محدّث نہیں شاعر تھے، اور انھوں نے یہ الفاظ عام رواج کے مطابق ہی استعمال کر لئے۔"

اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ اگر یہ بات صرف مولانا ظفر علی خاں کی شاعری تک محدود ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن حدیثِ لولاک کا ذکر تو اس صدی کے سب سے بڑے محدّث اور وقت کے مجددِ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے اشعار[1] میں کیا ہے ، مثلاً فرماتے ہیں : ؎

---

[1] یاد رہے کہ آپ نے کلمۂ لولاک کا استعمال نہ صرف اشعار میں فرمایا بلکہ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء میں "تلالؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک" ایک مستقل تاریخی کتاب تصنیف فرمائی (تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۰) ۱۲ (مرتب)

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

(حدائقِ بخشش حصہ اول ص ۹۳)

اور محدث ابن جوزی کے تلمیذ رشید شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ترا عزّ لولاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس است

(بوستان ص۲)

اس لیے اس حدیث کو محض اس لیے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا ذکر صرف ایک شاعر نے کیا ہے۔ اس حدیث کو ناقابلِ تسلیم قرار دیتے ہوئے خالد بزمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"کسی حدیث کے صحت پر مبنی ہونے کا سب سے پہلا ثبوت اس حدیث کا قواعدِ عربی کے مطابق ہونا ہوتا ہے اور یہ الفاظ عربی زبان کے قاعدوں[1] کے مطابق درست نہیں، ان میں سب سے پہلے لولاك کی ترکیب ہی محلِ نظر ہے۔"

کاش بزمی صاحب نشان دہی کرتے کہ اس میں فلاں عربی قاعدہ کی مخالفت ہے اور اس کی ترکیب میں فلاں غلطی ہے تاکہ اس پر غور کیا جاتا۔
بہرحال اس بحث کے اجمال بلکہ اہمال سے صرفِ نظر کرکے اس لفظ کی ترکیبِ نحوی پیشِ خدمت ہے۔ اس حدیث میں "لولا" کے بعد ضمیر مجرور متصل کو ذکر کیا گیا ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ "لولا" کے بعد مبتدا مذکور ہوتا ہے اور خبر محذوف ہوتی ہے

---

[1] اگر میں یہ کہہ دوں کہ صاحبِ مضمون کا "قاعدوں" لکھنا ہی خلافِ قاعدہ ہے کیونکہ عربی زبان میں قاعدہ کی جمع قاعدوں نہیں قواعد آتی ہے، تو امید ہے کہ بزمی صاحب بُرا نہیں مانیں گے۔ (سعیدی)

اور مبتدا اسم ظاہر بھی ہوتا ہے اور اسم ضمیر بھی، اور یہ ضمیر عموماً مرفوع منفصل ہوتی ہے لیکن قلیل طور پر ضمیر متصل بھی لائی جاتی ہے، اور اس وقت "لولا" جارہ ہوتا ہے اور مجرور بر بناء ابتداء محلاً مرفوع ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام انصاری فرماتے ہیں:

"اذا ولی لولا مضمر فحقه ان یکون ضمیر رفع نحو لولا
انتم لکنا مؤمنین وسمع قلیلا لولای ولولاك ولولاه
خلا فا للمبرد ثم قال سیبویه والجمهور هی جارة
للضمیر مختصة به کما اختصت حتی والکاف بالظاهر
ولا تتعلق لولای بشیٔ وموضع المجرور بها رفع
بالابتداء والخبر محذوف"۔ (مغنی اللبیب ج۱ ص۲۱۶)

"جب "لولا" کے بعد ضمیر لائی جائے تو وہ ضمیر مرفوع ہونی چاہیے مثلاً
لو انتم ..... الخ اور قلیلاً سنا گیا ہے لولای، لولاك اور لولاہ
برخلاف مبرد اور سیبویہ۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ یہ لولا جارہ ہے
اور ضمیر کے ساتھ خاص ہے جیسے "حتی" اور "کاف" کی خبر اسم ظاہر
کے ساتھ خاص ہے اور یہ لولا کسی کے متعلق نہیں ہوتا اور اس
کا مجرور بر بنائے ابتداء محلاً مرفوع ہوتا ہے۔"

نیز علامہ بوصیری نے عربی زبان کے مشہور قصیدہ بردہ میں "لولا" کے بعد ضمیر مجرور متصل کو استعمال کیا ہے، فرماتے ہیں، ع

لولاه لم تخرج الدنیا من العدم

اور عربی زبان کا مشہور اور مستند شاعر ابو الطیب متنبی کا یہ شعر بھی "لولا" کے بعد ضمیر مجرور متصل کے استعمال پر ایک قوی شہادت ہے ؎

الی ذی شیمة شغفت فوادی
فلولاه لقلت بها النسیبا

(دیوان متنبی ص ۲۷)

اس حدیث پر بزمی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ "لولاک" اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ہے لولاک لما خلقت الافلاک، اور یہ صحیح نہیں ہے۔"

اس بارے میں یہ معروض ہے کہ صرف "لولاک" کے ذکر کر دینے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ یہ لولاک لما خلقت الافلاک سے ماخوذ ہے، یہ حدیث متعدد الفاظ سے مروی ہے، مثلاً:

(۱) لولاک لما خلقت الجنة

(۲) لولاک لما خلقت النار

(۳) لولاک لما خلقت الدنیا

پس جب یہ حدیث متعدد الفاظ سے مروی ہے تو صرف لولاک لما خلقت الافلاک کو کیسے مستلزم ہو گیا؟ صاحبِ مضمون کے علم اور بصیرت کے پیشِ نظر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے سامنے حدیث کے یہ مختلف الفاظ نہیں تھے، پھر کون سا وہ جذبہ تھا جس کی وجہ سے بزمی صاحب نے حدیث کے یہ معروف اور مسلّم الفاظ چھوڑ کر خاص لفظِ افلاک کو ذریعۂ تنقید بنایا؟

اس حدیث کی تحقیق کے سلسلے میں اوّلاً گزارش یہ ہے کہ ماہرینِ حدیث نے تصریح کی ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک معنیً ثابت ہے لیکن لفظِ افلاک کے ساتھ ثابت نہیں، چنانچہ ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

"لولاک لما خلقت الافلاک، قال الصنعانی انه موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعا اتانی جبرائیل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا۔" (موضوعات کبیر ص۵۹)

"صنعانی نے کہا کہ لولاک لما خلقت الافلاک موضوع ہے (خلاصہ) لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے کیونکہ دیلمی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں نہ جنت پیدا کرتا نہ نار پیدا کرتا۔ اور ابنِ عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔"

اور مولانا عبدالحی لکھتے ہیں،

"قلت نظیر اول ما خلق اللہ نوری فی عدم ثبوتہ لفظا وورودہ معنی ما اشتھر علیٰ لسان القصاص والعوام والخواص من حدیث لولاک لما خلقت الافلاک۔

"میں کہتا ہوں کہ" اول ما خلق اللہ نوری " جس طرح لفظاً ثابت نہیں اسی طرح وہ حدیث ہے جو واعظین اور عوام وخواص کی زبان پر مشہور ہے یعنی لولاک لما خلقت الافلاک۔"

(الآثار المرفوعہ ص ۳۵)

دیلمی نے فردوس میں، احمد قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں، اور کثیر محدثین اور اجلّہ علماءِ اسلام نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کو متعدد الفاظ سے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے اور اس سے مسائل کو مستنبط کیا ہے اور اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ محدثین اور علماءِ اسلام کے نزدیک حدیثِ لولاک صحیح اور ثابت ہے اور یہ متعدد الفاظ سے مروی ہے البتہ لولاک لما خلقت الافلاک میں "افلاک" کا لفظ کسی روایت سے ثابت نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ علماء اصولِ حدیث کی تصریح کے مطابق روایت بالمعنیٰ جائز ہے۔ دیکھئے شرح نخبۃ الفکر ص ۹۰۔ اور جب افلاک کے معنیٰ میں لفظِ سماء حدیث میں وارد ہے تو سماء کے معنیٰ میں

افلاک کی روایت قطعاً جائز قرار پائی، اسی وجہ سے ماہرینِ حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت معناً ثابت ہے اور اعاظم علماءِ اسلام نے اس کو افلاک کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ذیل میں ہم ان احادیث کو پیش کر رہے ہیں جن میں لولاک کے ساتھ لفظِ سماء کی صراحت کی گئی ہے، چنانچہ علاّمہ برہان الدین حلبی فرماتے ہیں،

"وذکر صاحب کتاب شفاء الصدور فی مختصرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم عن اللہ عزّ وجل قال یا محمد وعزتی وجلالی لولاک لما خلقت ارضی ولا سمائی ولا رفعت ھذہ الخضراء ولا بسطت ھذہ الغبراء۔

(انسان العیون جلد ۱ ص ۳۵۷)

"صاحبِ شفاء الصدور نے حضرت علی سے انھوں نے سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سرکار نے مولائے کائنات عزوجل سے روایت کیا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اے محمد! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو نہ میں زمین پیدا کرتا نہ آسمان، نہ یہ نیلگوں چھت بلند کرتا اور نہ خاکی فرش بچھاتا۔"

اور علاّمہ فارسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں،

"وفی حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عند البیہقی فی دلائلہ والحاکم وصحیحہ وقول اللہ تبارک وتعالٰی لاٰدم علیہ لولا محمد ما خلقتک وروی فی حدیث اٰخر لولاہ ما خلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضا۔

بیہقی اور حاکم نے حدیثِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ذکر کیا اور اس کو صحیح

قرار دیا اور وہ اللہ عزوجل حضرت آدم سے فرماتا ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا، اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔"

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۶۴)

اور اعلحضرت فاضلِ بریلوی فرماتے ہیں ؛

"امام قسطلانی مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ میں رسالہ میلاد دو امام علامہ سے ناقل، مروی ہوا کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی! تو نے میری کنیت ابو محمد کس لیے رکھی؟ حکم ہوا اے آدم! اپنا سر اٹھا، آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا، سراپردۂ عرش میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نور نظر آیا، عرض کی: الٰہی! یہ کیسا نور ہے؟ فرمایا: ھذا نور نبی من ذریتك اسمه فی اسماء احمد وفی الارض محمد لولاہ ماخلقت سماء ولا ارضا (یہ نور ایک نبی کا ہے تیری اولاد سے، اس کا نام آسمانوں میں احمد ہے اور زمین میں محمد، اگر وہ نہ ہوتا میں نہ تجھے بناتا اور نہ زمین و آسمان کو بناتا)۔"

(تجلی الیقین ص ۴۰)

اور علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی تحریر فرماتے ہیں ؛

"عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قلت یا رسول اللہ مم خلقت قال لما اوحی الی ربی بما اوحی قلت یا رب مم خلقتنی قال تعالیٰ وعزتی وجلالی لولاك ما خلقت ارضی وسمائی۔"

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے کہا

یارسول اللہ! آپ کس لئے پیدا کئے گئے؟ حضور اکرم نے فرمایا
جب اللہ تعالےٰ نے میری طرف وحی کی تو میں نے پوچھا: تُو نے
مجھے کس لئے پیدا فرمایا؟ فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم!
تمھیں پیدا نہ کرتا تو نہ آسمان کو پیدا کرتا نہ زمین کو۔"

(نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۱۱۹)

نقولِ بالا میں یہ حدیث لفظِ سماء کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور اسے
علماءِ اسلام اور ماہرینِ حدیث نے روایت کیا ہے اور اس سے ہمارا مقصود
اس امر پر دلیل قائم کرنا ہے کہ افلاک کے معنیٰ میں لفظِ سماء کے ساتھ اس حدیث
کی روایت کی گئی ہے اور چونکہ افلاک کا لفظ معنیً ثابت ہے اس وجہ سے اس
حدیث کی سماء کے معنیٰ میں افلاک کے ساتھ روایت بالمعنیٰ قطعاً جائز قرار پائی۔
باقی بزمی صاحب کا یہ کہنا کہ "پھر افلاک کا لفظ قرآن وحدیث میں کہیں استعمال
نہیں کیا گیا" چنداں لائقِ التفات نہیں ہے کیونکہ اگر صرف لفظِ افلاک کے مطالبہ
پر ہی اصرار ہے تو یہ صرف لفظی ضد کے سوا کچھ نہیں ورنہ فلک جو افلاک ہی کا واحد
ہے اس کا استعمال قرآن وحدیث دونوں میں موجود ہے، مثلاً قرآن کریم میں ہے
کل فی فلك یسبحون۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی لفظِ فلک مستعمل ہے
چنانچہ حدیث کے مشہور امام علاّمہ ابن اثیر فرماتے ہیں:

(فلك) فی حدیث ابن مسعود ترکت فرسك كانه يدور
فی فلك۔ (النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ج ۳ ص ۳۱۵)

اسی طرح لغتِ حدیث کے ایک اور امام شیخ محمد طاہر نے بھی اس حدیث کو
مجمع بحار الانوار جلد ۳ صفحہ ۹۵ پر "فلک" کے تحت ذکر کیا ہے۔
مذکورہ بالا تصریح سے ظاہر ہو گیا کہ "فلک" کا لفظ غیر قرآنی یا غیر حدیثی نہیں ہے،
اور کتاب وسنت میں یہ لفظ مستعمل ہے فلہٰذا اس کی جمع افلاک بھی قرآن اور حدیث
کی زبان کے لیے اجنبی اور اس سے متصادم نہیں بلکہ اطلاقاتِ کتاب اور سنت کے

موافق اور عین مطابق ہے اور یہ تمام حقائق اسانیدِ اسلام اور محققینِ علماء کرام پر عیاں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کو لفظِ "افلاک" کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ چنانچہ امامِ ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"سرِ حدیثِ قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" را کہ در شانِ ختم الرسل واقع است علیہم الصلوات والتسلیمات انجیا باید جست۔"

(حدیثِ قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" جو حضور ختم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں آئی ہے، اس کا بھید بھی اسی جگہ معلوم کرنا چاہیے)

(مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم، مکتوب ۲۲ ص ۱۵۵)

اسی حدیث کو الشیخ احمد سرہندی نے مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم مکتوب ۱۲۴ ص ۱۷۶ میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جو علمی اور تحقیقی مقام ہے وہ خویش بیگانہ سب کے نزدیک مسلّم ہے اور مکتوب میں شیخ کا اس حدیث کو متعدد بار ذکر کرنا اور اس سے استدلال کرنا اس امر پہ آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ ان کے نزدیک حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" معنیً صحیح اور ثابت ہے۔

اور علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

"والتعین الاول المشار الیہ بقولہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اول ما خلق اللہ نور نبیک یا جابر وبواسطۃ حصلت الافاقۃ کما یشیر الیہ لولاک لما خلقت الافلاک"

(اور تعینِ اول کی طرف حضور کے قول "اے جابر! سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا اور اسی کے واسطے سے خلق کو فیضان ہوا" کی طرف اشارہ ہے، اور اسی کی طرف "لولاک لما خلقت

الافلاك میں اشارہ ہے)

تفسیر روح المعانی اہل سنت کے تمام مکاتب فکر میں یکساں مقبول ہے اور علامہ محمود آلوسی کو متاخرین مفسرین میں سب سے اونچا مقام حاصل ہے۔ ان کی علمی ثقاہت سب کے نزدیک مستند حیثیت رکھتی ہے اور حدیث پر جرح و قدح کرنے میں ان کی نظر ابن جوزی سے کم نہیں، چنانچہ بعض ایسی احادیث جن کا عامۃ الفقہا اور بعض محدثین نے اعتبار کیا ہے (مثلاً منع ذکر جہر کے بارے میں اثر ابن مسعود اور حدیث تلك الغرانیق العلیٰ) ان کی اسناد پر علامہ آلوسی نے محققانہ جرح کرنے کے بعد انھیں رد کر دیا ہے پس ایسے عظیم محقق اور ناقد حدیث کا "لولاك لما خلقت الافلاك" سے استشہاد کرنا اس حدیث کی صحت پر نہایت قوی اور عادل شہادت ہے۔ اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندی لکھتے ہیں:

"وقوله لولاه اقتباس من حديث لولاك لما خلقت الافلاك۔"

(بوصیری کا قول "لولاہ" حدیث "لولاك لما خلقت الافلاك" کا اقتباس ہے)

(عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ ص ۱۷، ۲۵)

مولانا ذوالفقار علی مسلک دیوبند کے ترجمان اور اصول میں بزمی صاحب کے ہم عقیدہ ہیں اس لیے سلفی اور دیوبندی حضرات دونوں پر مولانا ذوالفقار علی کی یہ تحریر حجت ہے جس میں انھوں نے "لولاك لما خلقت الافلاك" کا حدیث ہونا تسلیم کر لیا ہے۔

ان تصریحات سے شمس و امس کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ حدیث لولاك کی افلاک کے لفظ کے ساتھ روایت بالمعنیٰ جائز ہے اور سماء، جنت، نار اور دُنیا کے الفاظ کے ساتھ اس کی روایت باللفظ صحیح ہے اور اس طرح حدیث لولاك روایت و درایت، ترکیب و اعراب ہر اعتبار سے بے غبار ہو گئی۔

بشکریہ ماہنامہ رضائے حرم، جون ۱۹۷۴ء — از مولانا غلام رسول سعیدی

دامن کو ذرا دیکھ.......؟

قارئین کرام! "حدیث لولاک" پر آپ نے تحقیقی مضامین ملاحظہ فرمائے۔ اب ذرا معترض کے اپنے قلم سے اعتراف حقیقت دیکھئے۔ میرے سامنے جناب جان محمد انجم وزیر آبادی کا مجموعہ نعت "مینائے کوثر" جسے تاج کمپنی نے ۱۹۶۹ء / ۱۳۸۸ھ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی' جس میں جناب خالد بزمی صاحب حضرت انجم وزیر آبادی کے تعارفی کلمات کے بعد لکھتے ہیں۔

"لیجئے اس "مختصر تعارف" کے بعد اس مجموعہ کے بعض اشعار ملاحظہ کیجئے' متعدد اشعار پیش کرنے کے بعد صفحہ نمبر ۱۰ کا یوں آغاز کیا' "حدیث پاک میں ہے' "**لولاک لما خلقت الافلاک**"۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں ان آسمانوں کو پیدا نہ کرتا"۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی باعث تخلیق عالم ہے اور آپ ہی کے لئے سورج' چاند اور ستاروں کی بزم سجائی گئی ہے۔

آپ کے انوار سے روشن ہیں خورشید و قمر
آپ کے جلوؤں سے قائم ہے بہار گلستان

اس حقیقت کو اہل دل و نظر ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص اس آقائے نامدار کا

دیوانہ ہو وہ جہاں کے حکیموں، فلسفیوں، اور نکتہ وروں سے زیادہ فرزانہ ہوتا ہے اور جو شخص ان کا دیوانہ نہیں تو اس یقین میں کوئی شک نہیں کہ وہ فرزانہ نہیں۔

آہ وہ دل عشق احمد میں جو دیوانہ نہیں
لاکھ فرزانہ کہے دنیا وہ فرزانہ نہیں

اس نعت کا مقطع بھی حقیقت ہے۔

اس پہ کھل سکتے نہیں انجم کبھی راز حیات
بالیقیں شمع رسالت کا جو پروانہ نہیں

تری صورت میں ہوا نور حقیقت بے نقاب
کیوں نہ کہہ دوں "آفتاب آمد دلیل آفتاب"

خالد بزمی مزید تحریر کرتے ہیں۔ "انجم صاحب کی فارسی نعتوں سے حسب ذیل اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں"۔

دو عالم ہویدا ز نور محمد ﷺ
ہمہ این و آں از ظہور محمد ﷺ

زمین و زماں مست و مخمور باشد
بہ جرعہ زجام طہور محمد ﷺ

زمین و فلک مستفیض ضیاء اند
ز روئے محمد ز نور محمد ﷺ

آخری سطریوں رقم طراز ہیں۔

الغرض انجم صاحب کے اس نعتیہ مجموعہ میں اہل دل کے لئے بہت

سے جواہر ریزے ہیں جن سے دلدادگان محبوب حق اپنے دامن بھر سکتے ہیں۔
انہی جواہر ریزوں کی حضرت انجم یوں خیرات تقسیم کر رہے ہیں۔

روشن ترے انوار سے نیر بھی قمر بھی
مظہر تیرے انوار کا ہیں گل بھی شجر بھی
دل ماہی بے آب ہے فرقت میں جگر بھی
رحمت کی نظر سید لولاک ادھر بھی

حدیث "**لولاک لما خلقت الافلاک**" پر اپنی لاعلمی کے جواہرات بکھیرنے والے پروفیسر بزمی صاحب!! ان تعارفی کلمات کو کون سے ترازو میں رکھا جائے؟ دنیوی فرزانگی میں یا مصطفوی دیوانگی میں۔ محسوس ایسے ہوتا ہے جب آپ مصطفوی دیوانگی سے سرشار تھے تو یہی عقیدہ تھا جو مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہو رہا ہے اور جب منافقت کے جراثیم آپ کے رگ و ریشے میں سرایت کر گئے تو دنیوی فرزانگی سے مست ہو کر اسی حدیث پر لایعنی اعتراض کر دیئے جسے دیوانگی کے عالم میں آپ حقیقت تسلیم کر چکے تھے۔

تمہاری چال سے پہچانا ہم نے تم کو برقعے میں
ہزاروں گو چھپایا تم نے خود کو سر سے پاؤں تک

تابش قصوری

اَلصُّبحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ
صبح ظاہر ہوئی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشانی سے

وَاللَّیلُ دَجٰی مِنْ وَّفْرَتِہٖ
اور رات روشن ہوئی آپ کی زلفوں سے

فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّعُلًا
پیش دستی لے گئے پیغمبروں سے بزرگی و بندگی میں

اَھْدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ
سیدھے ہو گئے رستے آپ کے دکھانے سے

کَنْزُ الْکَرَمِ مَوْلَی النِّعَمِ
آپ خزانہ بخشش اور صاحب نعمت کے ہیں

ھَادِی الْاُمَمِ لِشَرِیْعَتِہٖ
ہدایت دکھانے والے اُمت کے اپنی شریعت کیلئے

اَزْکَی النَّسَبِ اَعْلَی الْحَسَبِ
بہت پاکیزہ نسب والے بلند خاندانوں والے

کُلُّ الْعَرَبِ فِیْ خِدْمَتِہٖ
تمام عرب (جہاں) آپ کی خدمت میں ہیں

سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ
دوڑے آئے درخت، کلام کی پتھروں نے

شُقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ
پھٹ گیا چاند ساتھ اشارے ان کے سے

جِبْرِیْلُ اَتٰی لَیْلَۃَ اَسْرٰی
جبریل علیہ السلام آئے رات معراج میں

وَالرَّبُّ دَعٰی لِحَضْرَتِہٖ
اور پروردگار نے بلایا ان کو اپنے سامنے

نَالَ الشَّرَفَا وَ اللّٰہُ عَفَا
پہنچے بزرگیوں کو اور اللہ نے معاف کیے

عَنْ مَّا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِہٖ
وہ گناہ جو ہوئے امت اُن کی سے

فَمُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا
پس محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ سردار ہمارے ہیں

فَالْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ
پس عزت ہے ہمارے لیے اُن کی مقبولیت سے

○

میلادِ نور صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام اور محفل میلاد

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ بَیْتِہٖ وَقَائِعَ وِلَادَتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِقَوْمٍ فَیَسْتَبْشِرُوْنَ وَیَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ فَاِذَا جَآءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّتْ لَکُمْ شَفَاعَتِیْ۔

(الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم)

(تنویر لابی الخطاب الاندلسی ذکرہ الزرقانی)

(ایک دن وہ اپنے گھر ایک اجتماع سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے واقعات بیان فرما رہے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بڑے محظوظ ہو کر حمدِ الٰہی اور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (وسلام) پڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی)

صحابہ کرام اور تعلیم میلاد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں :

"مَرَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَيْتِ عَامِرِ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ يُعَلِّمُ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَبْنَائِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ وَيَقُوْلُ هٰذَا الْيَوْمُ هٰذَا الْيَوْمُ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ لَكَ اَبْوَابَ الرَّحْمَةِ وَمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَكَ وَمَنْ فَعَلَ فِعْلَكَ نَجٰى نَجَاتَكَ ۔"

(حوالہ مذکور)

(نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی معیت میں، میں حضرت عامر انصاری (رضی اللہ عنہ) کے گھر گیا وہ اپنے گھر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو واقعاتِ ولادتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی وہ دن ہے، یہی وہ دن ہے جس دن حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے، پس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : بے شک اللہ تعالٰے نے تمھارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے اور تمام فرشتے تمھاری مغفرت کی دعائیں مانگ رہے ہیں اور جو شخص تیری طرح (محفلِ میلاد) منعقد کرے گا وہ تیری طرح نجات پائے گا)

فائدہ : ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلادِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کا معمول تھا اور عین ولادتِ باسعادت کے دن یعنی ۱۲ ربیع الاول شریف کو بھی محفلِ میلاد کا انعقاد صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی سنت ہے۔

ستاروں کی بارش

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اس رات مجھے ہر چیز سورج کی طرح روشن دکھائی دیتی تھی، میں نے ستاروں کو دیکھا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری طرف چلے آرہے ہیں۔

نور ہی نور

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے وقت میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت انجام دے رہی تھی کہ میں نے دیکھا آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آگیا، میں نے اس وقت دس نشانیاں دیکھیں:

(۱) جب آپ پیدا ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے سجدہ کیا۔

(۲) سجدے سے سر اٹھاتے ہی فصیح و بلیغ انداز میں کہا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۳) میں نے کاشانۂ نبوت کو آپ کے چہرۂ انور کے نور سے نور و نور پایا۔

(۴) میں آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو ہاتف نے آواز دی: اے صفیہ! تم تکلیف نہ اٹھاؤ ہم نے اپنے حبیب کو پاک و طاہر پیدا فرمایا ہے۔

(۵) میں نے معلوم کرنا چاہا کہ لڑکی ہے یا لڑکا، تو میں نے دیکھا آپ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

(۶) میں نے کپڑے میں لپیٹنے کے لیے اٹھایا تو آپ کی پشت پر مُہرِ نبوت تھی۔

(۷) آپ کے کندھوں کے درمیان تحریر تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(۸) وہاں سے میں نے آپ کے انوار سے بصرہ و شام کے محلات دیکھے۔

(۱۰) آپ کی آنکھیں سُرمگیں اور چہرہ متبسم تھا۔

*

(۱۰) کاشانۂ اقدس پر نورانی پرچم لہراتا نظر آیا۔

بُت سرنگوں ہو گئے

حضرت عبدالمطلب بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی شب طوافِ کعبہ میں مصروف تھا، نصف رات گزر رہی تھی کیا دیکھتا ہوں کہ مقامِ ابراہیم کی جانب بیت اللہ شریف سجدے کر رہا ہے اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں، پھر آوازیں سُنائی دیں کہ اب میں مشرکوں کی نجاستوں اور زمانۂ جہالت کی ناپاکیوں سے پاک وصاف کر دیا گیا ہوں، پھر وہاں پر تمام بُت سرنگوں دیکھے، ہبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا تھا وہ بھی اوندھے مُنہ ایک پتھر پر گرا پڑا ہے، پھر صفا پر آیا وہاں خوشی و مسرت سے شور سُنائی دے رہا تھا مگر آواز دینے والے نظر نہیں آرہے تھے، ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ پرندوں کی صُورت میں ملائکہ مکہ مکرمہ پر بادل کی طرح چھائے ہُوئے ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیدا ہو چکے ہیں، پھر میں کاشانۂ آمنہ کی طرف آیا، دروازہ بند تھا، میں نے کہا دروازہ کھولئے، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ابا جان! محمد کی ولادتِ باسعادت مبارک ہو۔ میں نے کہا: ذرا میرے پاس لائیے تاکہ زیارت سے شادکام ہولُوں۔ بولیں، ابھی اجازت نہیں۔ پھر میں نے کہا: آمنہ! تین دن اس سعادت مند فرزند کو دکھائیے گا نہیں۔ پھر میں نے ایک نقاب پوش کو دیکھا جو تلوار لیے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے: عبدالمطلب! واپس جائیے تاکہ ملائکہ مقربین اور تمام علیتین تیرے شہزادے کی زیارت سے فارغ ہو جائیں، اس پر میرا جسم لرزنے لگا اور میں فوراً باہر نکلا تاکہ قریش کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر دوں لیکن ہفتہ بھر میری زبان بند رہی، میں کسی سے بات بھی نہ کر سکا۔

یہودی بوکھلا اُٹھے

جس رات حضور خاتم النبیین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جلوہ افروز عالم ہوئے اس دن مکہ کا ایک یہودی قریش سے پُوچھنے لگا : کیا پیر کو تمھارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہُوا ہے ؟ اُنھوں نے کہا : ہمیں خبر نہیں ۔ پھر کہنے لگا : پیر کو اس امت کا رسول پیدا ہُوا ہے جس کے کندھوں کے درمیان چند خوب صورت بال ہوں گے دو رات تک وہ دُودھ نہیں پیئے گا کیونکہ کوئی اسے دُودھ پینے سے روک رکھے گا ۔ قریش اس مجلس سے گھروں میں گئے تو انھیں پتا چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں خدا تعالےٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے اور اس کا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رکھا ہے ۔ قریش نے یہ خبر یہودی کو پہنچائی تو وہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا ، جب آپ کی زیارت سے مستفید ہوا تو آپ کے کندھوں کے درمیان وُہ علامات دیکھیں تو اس کے ہوش اُڑ گئے ، جب ہوش میں آیا تو اس نے کہا : خدا کی قسم ! بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو کر قریش کی طرف آ گئی ۔ اور وُہ بوکھلا کر کہنے لگا : بخدا ! یہ تم پر ایسا غلبہ پائیگا کہ مشرق و مغرب تک کے لوگ جان لیں گے ۔

جھنڈے لہرانے لگے

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں : ولادتِ باسعادت کے وقت میری آنکھوں کے سامنے سے حجاب اٹھا لئے یہاں تک کہ میں نے مشرق و مغرب دیکھ لیے ۔ اسی اثناء میں میں نے تین جھنڈے دیکھے ، ایک مشرق میں ، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر ۔ بروایتِ دیگر اپنے مکان کی چھت پر ایک جھنڈا ، دُوسرا کعبہ مقدسہ پر ، اور تیسرا بیت المقدس میں مسجدِ اقصیٰ پر لہراتے دیکھا ۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور کی ولادتِ باسعادت کے وقت میرے لیے ایسا نور چمکا کہ شام تک کے محلّات روشن ہو گئے ۔ حضرت سیدہ

آمنہ رضی اللہ عنہا سے میلادِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے وقت اتنے کثرت سے نشانات مروی ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں، اللہ تعالٰے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و مقدس روز کی برکات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

فرمانِ ابنِ جوزی محدّث

آپ اپنی ایک بلند پایہ تصنیف "بیان المیلاد النبوی" میں فرماتے ہیں کہ یہ عملِ حسن ہمیشہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) کے علاوہ مصر، یمن، شام اور تمام بلادِ عرب نیز مشرق و مغرب ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ لوگ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں قائم کرتے ہیں۔ ماہِ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے غسل کرتے، عمدہ لباس پہنتے، زیب و زینت اور آراستگی کرتے، عطر و گلاب چھڑکتے، سُرمہ لگاتے اور ان ایّام میں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں، جو کچھ میسر آتا ہے (نقد و جنس وغیرہ) میں سے خوب دل کھول کر لوگوں پر خرچ کرتے ہیں۔ میلادِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سننے اور پڑھنے پر بہت شان و شوکت سے اہتمام کرتے ہیں اور اس اظہارِ مسرت و خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب اور خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔ محفلِ میلاد مبارک کے تجربات میں سے یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جہاں یہ محفلِ پاک منعقد کی جاتی ہے وہاں خوب خیر و برکت، سلامتی و عافیت، کشادگیِ رزق اور مال و دولت، اولاد، پوتوں، نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے، آبادی اور شہروں میں امن و امان اور سلامتی، گھروں میں سکون و قرار حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محفل کی برکت سے رہتا ہے۔

یہودی عورت کا ایمان اور محفلِ میلاد

ابن جوزی اس بیان کے بعد ایک نہایت ہی

رُوح پرور اور ایمان افروز واقعہ تحریر فرماتے ہیں پڑھئے اور اپنے یقین کی دولت میں اضافہ کیجئے:

بغداد شریف میں ایک شخص ہر سال میلاد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محفل سجاتا، اس کے پڑوس میں ایک یہودی عورت انتہائی سخت اور متعصب رہتی تھی، ایک دن اس نے بڑے تعجب سے اپنے شوہر سے کہا ہمارے اس مسلمان پڑوسی کو کیا ہو گیا جو ہمیشہ اس مہینہ میں اپنی بہت بڑی دولت، مال و زر فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانے تیار کر کے کھلاتا ہے، اس کے شوہر نے کہا غالباً یہ مسلمان یہ گمان رکھتا ہے کہ اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ماہ میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ خوشی ان کی ولادتِ باسعادت کے سبب کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ ان کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خوشی و مسرت سے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن یہودیہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا، اور جب رات ہوئی تو اس عورت نے خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی نورانی شخصیت تشریف فرما ہے اور اس کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت ہے، عورت نے یہ دیکھا تو بڑی متعجب ہوئی، خواب ہی میں ایک صحابی سے پوچھا یہ کون سی شخصیت ہے جنہیں میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور بزرگ دیکھ رہی ہوں؟ انھوں نے فرمایا: یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ عورت نے کہا اگر میں ان سے کچھ عرض کروں تو جواب عطا فرمائیں گے؟ صحابہ نے فرمایا، ہاں۔ تو اس نے حضور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا، قریب آئی، سلام عرض کر کے کہا: یا رسول اللہ۔ حضور نے فرمایا، اے اللہ کی بندی! لبیک۔ اس پر یہودیہ بے اختیار رو پڑی اور کہنے لگی آپ مجھے اس طرح کیوں نواز رہے ہیں جبکہ اب آپ کے دین پر نہیں ہوں! اس پر حضور پُرنور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تجھے

جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت دینے والا ہے۔ اس نے عرض کی، پھر میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی، وہ اپنے اس خواب سے بیحد مسرور اور انتہائی خوش تھی کہ اس نے سیدالانام صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت پائی اور مشرف با سلام ہوئی اس نے خواب ہی میں عہد کرلیا تھا کہ اگر صبح کی تو اپنا تمام مال و زر صدقہ کر دوں گی اور محفلِ میلاد منعقد کروں گی۔ پھر جب اس نے صبح کی اور اپنے عہد کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، تو اس نے دیکھا کہ اس کا شوہر بھی نہایت خوش و خرم ہے اور اپنا تمام مال و زر قربان کرنے پر آمادہ ہے، اس وقت اس نے اپنے شوہر سے کہا کیا بات ہے کہ میں تمہیں ایک نیک ارادے میں راغب دیکھ رہی ہوں، یہ کس کیلئے ہے؟ شوہر نے اپنی عورت سے کہا: یہ تصدق اس ذات گرامی کے لیے ہے جس کے دستِ مبارک پر تم آج رات اسلام لاچکی ہو۔ عورت نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تمہیں کس نے میری باطنی پر مطلع کیا؟ اس نے کہا: اُس ذاتِ کریم نے، جس کے دستِ اقدس پر تیرے بعد میں اسلام لایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عورت نے کہا، اللہ تعالیٰ ہی حمد کے لائق ہے جس نے مجھے اور تمہیں دینِ اسلام پر جمع فرمایا اور ہم دونوں کو شرک و گمراہی سے نجات عطا فرما کر امتِ محمدیہ میں داخل فرمایا۔ والحمد للہ رب العلمین۔

(بیان المیلاد النبی، مطبوعہ پاکستان ص۶۲-۶۱)

محققِ عظیم الشیخ السید محمد بن علوی المالکی کا فیصلہ

عصرِ حاضر کے شہرۂ آفاق مصنف، حجازِ مقدس کے عظیم محقق، شیخ العرب والعجم، استاذ مسجد الحرام، الشیخ السید محمد بن علوی المالکی الحسینی المکی نے محافلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعقاد کے جواز پر ایک نہایت عمدہ، جامع اور تحقیقی

کتاب تصنیف فرمائی ہے جس میں عدمِ جواز کے قائلین کے اعتراضات کا بڑے احسن پیرائے میں جواب دیا گیا ہے، موصوف نے اپنی اس گرانقدر تالیف کو "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" سے موسوم کیا ہے۔

عامۃ المسلمین کو اس کی افادیت سے روشناس کرانے کیلئے تلخیص پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، دُعا فرمائیے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری اس سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

(تابش قصوری)

آغازِ کتاب

نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی محافلِ میلاد پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس سے ہر کہ ومہ خورد وکلاں اچھی طرح آگاہ ہے راقم اس موضوع پر کچھ بھی لکھنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ میرا اور مسلمان مفکرین کا ذہنی رجحان آج کل جن معاملات کی طرف مذکور ہے وہ اس مسئلہ سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں نیز میلاد النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایک ایسا عنوان ہے جو ہر زمانہ میں سال بھر جاری وساری رہتا ہے جس سے بچہ بچہ آگاہ ہے، لیکن جب کثیر رفقاء نے اس مسئلہ میں میری رائے معلوم کرنے کے لیے مسلسل اصرار کیا تو اس خدشہ کے پیشِ نظر کہ اگر اس مسئلہ پہ میں اپنا فیصلہ قلمبند نہ کروں تو صحیح علم کے چھپانے کا ارتکاب کرتا ہوں بنا بریں علیہ میں نے قلم سنبھالا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ سوال دراز کرتا ہوں کہ وہ مجھے تمام امور درست لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

میلاد کا مفہوم

بیشک ہم میلاد شریف کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد سیرتِ مصطفیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بیان، درود وسلام کا پیش کرنا، آپ کے محامد ومحاسن کا سننا سنانا، حاضرینِ محفل کو کھانا کھلانا اور اُمّتِ مصطفیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دل کو فرحت وانبساط سے شادکام کرنا ہے۔

مخصوص رات بیشک ہم علی الاعلان اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم اس بات کے قطعاً قائل نہیں کہ میلاد شریف کی محفل صرف اسی مخصوص رات میں ہی کی جا سکتی ہے، بلکہ جو بھی ایسا اعتقاد رکھتا ہے وہ ہمارے نزدیک بدعتی ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھنا ہر ساعت میں لازم ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام انسان آپ کے تعلق و ربط اور ذکر سے معمور ہوں۔

ہاں نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے ماہِ مقدس میں میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے والا، لوگوں کو اس کی طرف بلانے والا، ان کے شعور و آگہی کو بیدار کرنے والا حصولِ فیضان کے لحاظ سے قوی اور مضبوط ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک زمانے کی کڑیاں دوسرے زمانے سے ملاتا ہے چنانچہ اس ماہِ مبارک میں عاشقانِ مصطفےٰ کو زمانہ حال سے ماضی کے ساتھ مرتبط کرتے ہوئے حاضر سے غائب کی طرف منتقل کرتا ہے۔

وسیلہ کبریٰ محافلِ میلاد النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، اللہ تعالےٰ کی طرف بلانے کا عظیم وسیلہ ہیں، اور یہ سنہری موقعہ قطعاً ضائع نہیں کرنا چاہیئے بلکہ مبلغ علماء پر واجب ہے کہ وہ اُمتِ محمدیہ کو حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ، آدابِ جمیلہ، احوال و اعمالِ جلیلہ، سیرتِ مقدسہ، معاملاتِ حسینہ اور آپ کی عباداتِ عظیمہ سے آگاہ کریں، نیز خطباء، و واعظین پر یہ واجب ہے کہ لوگوں کی وعظ و نصائح کے ذریعہ خیر و فلاح کی طرف رہنمائی فرمائیں، بدعت سیئہ اور بداعتقادی کے شر اور فتنوں سے بچائیں۔

ہم بفضلہٖ تعالیٰ اپنے فرضِ منصبی کو پورا کرتے ہوئے اس کی طرف دعوت دیتے رہیں گے اور میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مبارک محفلوں میں شرکت کرتے رہیں گے، نیز ہم اعلان کرتے ہیں کہ ایسے اجتماعات سے محض لوگوں کو جمع کرنے کا مظاہرہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایسی محافل عظیم ترین مقاصد کے حصول کیلئے

وسیلۂ کبریٰ ہیں، اور وہ مقاصد فلاں فلاں ہیں، پھر ایسے مبارک اجتماعات سے جس شخص نے اپنے دین کے لیے کوئی بھی فائدہ نہ اٹھایا تو وہ برکاتِ میلاد سے محروم رہے گا۔

دلائلِ انعقادِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) عذاب میں تخفیف

محافلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے انعقاد کا مقصد جناب احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے فرحت و سرور کا حاصل کرنا ہے، ایسی خوشی و مسرت سے تو ایک کافر نے بھی فائدہ اٹھایا، جیسے بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب سے ہر پیر کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے اپنی کنیز ثُوَیبہ کی زبانی نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر فرحت اثر سُنی تو اسے جذباتِ مسرّت میں آکر آزاد کر دیا تھا، چنانچہ حافظ شمس الدین محمد ناصر الدین الدمشقی اس روایت کو اپنے اشعار میں بڑی عمدگی سے موزوں فرماتے ہیں، ؎

إِذَا كَانَ كَافِرًا جَاءَ ذَمُّهُ
تَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيْمِ مُخَلَّدًا
أَتَىٰ إِنَّهُ فِي يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ دَائِمًا
يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلسُّرُوْرِ بِأَحْمَدَا
فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِيْ كَانَ عُمْرَهُ
بِأَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَمَاتَ مُوَحِّدًا

(جب ابولہب کافر ہے اور اس کی مذمّت میں سورۂ "تبت یدا" نازل ہوئی اور وہ دائمی دوزخی ہے پھر یہ مستند روایت کہ ابولہب سے ہر پیر کے دن ہمیشہ عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے

اس سبب سے کہ اس نے احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف پر اظہارِ مسرت کیا تھا، تو ایسے شخص کے متعلق تیرا کیا گمان ہے جو اپنی تمام زندگی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے فرحت و سرور حاصل کرتا ہوا عقیدۂ توحید پر جاں بحق ہوا)

(۲) پیر کے دن روزہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از خود اپنی ولادت باسعادت کے دن کی تعظیم و تکریم بجا لاتے اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرماتے کہ یہ دن عظیم انعام و اکرام کا حامل ہے، نیز حضور نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود کائنات کے لیے باعثِ فضیلت ہے کیونکہ آپ ہی کے وسیلۂ جلیلہ سے ہر چیز عزت و حرمت سے بہرہ ور ہوئی، آپ کی ذاتِ اقدس نے اس دن کی اہمیت کو روزہ رکھ کر بھی اجاگر فرمایا، جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ، فَقَالَ فِیْہِ وُلِدْتُّ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔

(المسلم، کتاب الصیام)

(بیشک رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اسی دن میں پیدا ہُوا اور یہی دن ہے جس میں مجھ پر قرآن کریم کے نزول کی ابتدا ہوئی)

اور صحیح بات یہی ہے کہ اس میں محفلِ میلاد کے منعقد کرنے سے متعلق دلائل پائے جاتے ہیں، تاہم انعقاد کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں، بہرحال موجود ہے، خواہ یہ روزہ رکھنے سے ہو یا کھانا کھلانے سے، ذکرِ مصطفیٰ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محفل ہو یا صلوٰۃ وسلام کا روح پرور اجتماع، یا آپ کی سیرتِ مقدسہ کا جلسہ۔

(۳) فضل و رحمت

آپ کی ذاتِ اقدس سے خوشی و مسرت کا اظہار کرنا قرآن کریم کے حکم کے عین مطابق ہے۔

ارشادِ باری تعالےٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔

(میرے حبیب! آپ فرمادیجئے اللہ تعالےٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ)

پس اللہ تعالےٰ نے ہمیں رحمت پر فرحت و سرور کے اظہار کا حکم فرمایا۔ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ والا برکات توسب سے بڑی رحمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

(اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

(۴) عاشورہ کا روزہ

بیشک نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سابقہ زمانہ میں ظہور پذیر اہم دینی واقعات کے ساتھ ربط و تعلق ملحوظِ خاطر رکھا، چنانچہ جب کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کا وقت لوٹتا ہے تو ہمیں بھی اس کے تازہ کرنے اور اس دن کی تکریم و تعظیم بجا لانے اور اس کی آمد کی وجہ سے یاد منانے کا اہم موقعہ میسّر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہُوئے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے پایا، آپ نے سبب معلوم فرمایا تو کہا گیا اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے ان کی قوم کے ساتھ فرعون کو ہلاک کر کے اس کی ابتلائے سے نجات عطا فرمائی، اس دن کی یاد میں خوشی و مسرت سے اظہارِ شکرانہ کے طور پر روزہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا ہم تم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خوشی و مسرت کا اظہار کرنے میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی بناء پر نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشورہ کا روزہ رکھتے، نیز

حکم فرماتے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ زمانہ نبوی میں اس ہئیت کذائیہ کے ساتھ میلاد کی محافل نہیں ہوتی تھیں مگر اس کی انفرادی حیثیت وکیفیت موجود تھی، تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

(۵) صلوٰۃ وسلام

محافل میلاد صلوٰۃ وسلام پر اُبھارتی ہیں، اور صلوٰۃ وسلام مطلوب ومحبوب ہے اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اور جو چیز مطلوبِ شرعی پر اُبھارتی ہو وہ عین مطلوب و مقصودِ شریعت ہے۔ سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فوائد وفضائل بے شمار ہیں جو دینی و دُنیوی امور میں معاون و مددگار ہیں، ان کی تفصیل وتشریح سے زبان وقلم قاصر ہیں۔

(۶) معرفتِ الٰہی

محفلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعاتِ ولادت، معجزات، سیرتِ اقدس اور آپ کے محامد و فضائل پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس بناء پر میں پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالےٰ نے ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی معرفت اور آپ کی پیروی کا حکم نہیں دیا؟ کیا آپ کے اعمال وافعال سے سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا؟ آپ کے نشاناتِ نبوت اور معجزات کی تصدیق نہ کریں؟ سچی بات یہی ہے کہ ایسی کتابیں جن میں میلاد شریف کو موضوعِ قلم بنایا گیا ہے ایسے مطالبات و مقاصد پر کماحقہٗ پوری اترتی ہیں۔

(۷) حقوق کی ادائیگی

اُمّتِ مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حقوق جو ہم پر واجب ہیں ان کو آپ کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ جمیلہ کے بیان کرنے سے بجا لاسکتے ہیں اور اس واجب کی ادائیگی محافلِ میلاد سے پوری کی جاسکتی ہے۔ شعراءِ کرام آپ کے محامد ومحاسن کو

نعت و قصائد کی صورت میں ہدیۃً پیش کرتے ہیں، ان کے اس فعل کو نبی کریم محبت و کرم سے ملاحظہ فرماتے ہیں اور اپنے انعام و اکرام سے بھی نوازتے رہتے ہیں، جب حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعت و تعریف کرنے والے سے اپنی خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے ہیں تو تم اس خوش نصیب شخص سے اظہارِ شادمانی کیوں نہ کرو گے جو آپ کے شمائل و خصائل جمع کر رہا ہے، بلاشبہ محافلِ میلادِ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشنودی و قُرب کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔

(۸) تکمیلِ ایمان رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق و خصائص، شمائل و فضائل سے افضل و اکمل و اجمل و احسن کسی بھی شخص کے نہیں، حضور سے محبت اور ایمان کی تکمیل تقاضائے شریعت ہے اور جو چیز محبت کی زیادتی اور ایمان کی تکمیل کی زیادتی اور ایمان کی تکمیل کی داعی ہو وُہ بھی اسی طرح محبوب و مطلوب ہے اور یہ نعمت میلاد النبی کی محافل سے بدرجۂ اتم پائی جا سکتی ہے۔

(۹) فضیلتِ جُمعۃ المبارک رسولِ کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے جمعۃ المبارک کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "جُمعہ کے دن کو اس لیے بھی فضیلت حاصل ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہُوئے۔

(۱۰) حضرت آدم علیہ السلام جب حضرت آدم علیہ السلام کے یومِ کی نسبت سے جمعہ کو شرف و فضل حاصل ہے تو اس دن کو فضیلت و عظمت، بزرگی اور برتری کیوں نہ حاصل ہُوتی جس میں سیّد الانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہُوئی، نیز یہ عظمت و بزرگی ولادتِ باسعادت کے صرف اسی پیر کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یومِ جمعہ کی طرح

عام ہوگی (یعنی ہر پیر کا دن بزرگی وعظمت کا حامل قرار پائے گا، جیسے ہر جمعہ اپنے اندر خیر و برکت رکھتا ہے) تاکہ نعمتِ عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا جاسکے، اور فیضانِ نبوت سے بہرہ ور ہوں، نیز تاریخِ انسانی میں جن واقعات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے انھیں زندہ رکھا جائے۔

(۱۱) حضرت عیسٰی علیہ السلام کی جائے میلاد بیت اللحم سے جب شبِ معراج نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزر رہے تھے تو حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم! اس جگہ دو رکعت نماز ادا فرمالیں، آپ نے نفل ادا کئے، حضرت جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا، حضور! یہ کون سی جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا، جبریل! آپ بتائیے۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ وہ باعظمت مکان ہے جہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب ایک نبی کی جائے میلاد کی تعظیم وتکریم کا یہ عالم ہے تو سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مقامِ ولادت، یومِ میلاد کی عظمت و توقیر کا اندازہ کون لگا سکتا ہے!

(۱۲) محبوب ومطلوب نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے میلاد کی محفلوں کو علماءِ اسلام اور مسلمانوں نے تمام ممالک میں مستحسن قرار دیا ہے، دنیا کے کونے کونے میں میلاد کی مجلسیں قائم ہوتی آرہی ہیں جن کو بروایت حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ شرعاً محبوب ومطلوب قرار دیا جاسکتا ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا گمان کریں وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جسے وہ اچھا نہ سمجھیں وہ اللہ تعالےٰ کو بھی ناپسند ہے۔ پس ذکرِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کوئی بھی مسلمان ناپسند ومکروہ تصور نہیں کرسکتا۔

محفلِ میلاد النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حمد وثنا، نعت وصدقہ اور

تعظیم و توقیر مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عبارت ہے جو شرعاً مطلوب مقصود ہے ۔ ایسے افعال و اعمال کے بجا لانے میں بکثرت آثار و احادیث وارد ہیں ۔

(۱۳) واقعاتِ انبیاء قرآن کریم میں ارشاد ہے :
وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۔ (سورہ ہُود)
(ہم تمام رسولوں کے واقعات اس لیے حکایت کرتے ہیں تاکہ آپ کا دل مطمئن ہو)

اس ارشاد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین کے واقعات بیان فرمانے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو مطمئن رکھا جائے ، اور یہ حقیقت ہے کہ آج ہم اپنے دلوں کو مضبوط و مستحکم رکھنے کے لیے بہت ہی زیادہ محتاج ہیں ۔ پس ہمارے لیے یہ لازمی امر ہے کہ ہم سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے احوال و آثار ، حالات و معجزات اور واقعات سے آگاہی حاصل کریں کیونکہ ہم آپ کی نسبت بہت زیادہ حاجت مند ہیں ۔

(۱۴) امرِ خیر ہر وہ چیز جو صدرِ اول میں موجود نہ تھی اور جسے سلف صالحین نے انجام نہیں دیا ضروری نہیں کہ وہ بدعت ہی ہو اور اس کا انجام دینا حرام ٹھہرے اور اس کا انکار کرنا لازم ہو ، بلکہ اس امر جدید کو شریعت مبارکہ کے دلائل پر پیش کرنا لازمی ہے کیونکہ جو امر خیر پر مشتمل ہو اس کا بجا لانا واجب ، اور جو حرام پر دلالت کرے اسے حرام و ناجائز ٹھہرانا لازم ہے ، اگر وہ مکروہ پر مشتمل ہو تو مکروہ ، مباح پر دال ہو تو مباح ، اور اگر مندوب پر ہو تو ایسا فعل مستحب قرار پائیگا نیز وسائل و ذرائع کا حکم مقاصد کے حکم کے مساوی و برابر ہوگا ۔

اقسامِ بدعت علماء کرام نے بدعت کو متعدد اقسام پر تقسیم کیا ہے،
(۱) واجبہ (۲) مندوبہ (۳) مکروہ (۴) مباح
(۵) حرام۔

(۱) **بدعتِ واجبہ**: باطل و گمراہ لوگوں کے نظریات کا رد کرنا اور علمِ نحو کی تحصیل۔

(۲) **بدعتِ مندوبہ**: پُل بنانا، مدارس قائم کرنا، میناروں پر اذان دینا اور اعلان جو ابتدائے اسلام میں نہیں تھا۔

(۳) **بدعتِ مکروھہ**: مساجد و مصاحف کی تزئین و آرائش وغیرہ۔

(۴) **بدعتِ مباح**: آٹا چھان کر استعمال میں لانا اور اشیائے صرف میں فراخی دکھانا۔

(۵) **بدعتِ حرام**: جو سنّت کے مقابل میں ایجاد کی گئی ہو اور اس پر شرعی دلائل درست نہ آتے ہوں۔ اس میں کسی قسم کی شرعی بہتری نہ پائی جاتی ہو۔

ہر بدعت حرام نہیں اگر ہر بدعت حرام ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق، سیدنا فاروق اعظم اور حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہم قرآن پاک کی جمع و تدوین کو حرام قرار دیتے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصالِ شریف تک قرآنِ کریم اس صورت میں نہیں تھا بلکہ قرار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ہاں متعدد مصاحف میں تھا جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یکجا فرمایا، نیز اگر بدعت حرام جیسی صورت ہوتی تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازِ تراویح کے لیے صحابہ کرام کو ایک امام کی اقتدار میں جمع نہ کرتے اور یہ اعلانِ مسرت نہ فرماتے:

نِعْمَةُ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ (یہ کتنی عمدہ بدعت ہے)

اگر یہی بات ہوتی تو تمام نافع علوم و فنون میں تصانیف و تالیفات ناجائز و حرام قرار پاتیں، اور پھر یہ بھی ہم پر واجب ہوتا کہ ہم جہاد میں کفار کے ساتھ مقابلہ

میں تیر، تلوار اور ڈھال سے ہی کام لیتے جبکہ دشمن ہم پر گولیاں چلاتے، توپوں، ٹینکوں، آبدوزوں اور جنگی طیاروں سے تباہی مچاتے۔ تیز میناروں پر اذان دینا، پل، مدرسے، ہسپتال، رفاہی ادارے، یتیم خانے، جیلیں بنانا سب کچھ ناجائز و حرام ہوتا۔ اس لیے علمائے کرام نے کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) کو بدعت سیئہ کے ساتھ مقید فرمایا ہے۔ اس قید کی بنا پر ایسے وہ تمام واقعات جو اکابر صحابہ و تابعین عظام سے وقوع پذیر ہوئے جو رسول کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مبارک وقت میں ظہور نہیں ہوئے تھے ان کی تصریح و تشریح ہو جاتی ہے کہ شرعًا وہ جائز اور بھلائی پر دلالت کرنے والے ہیں، آج ہم نے ایسے مسائل ایجاد کرلیے ہیں جنھیں سلف صالحین نے قطعًا انجام نہیں دیا، مثلًا نمازِ تراویح کے بعد رات کے آخری حصّہ میں ایک امام کی اقتدار میں نمازِ تہجد ادا کرنا، شبینہ کا اہتمام کرنا یعنی ایک ہی شب میں قرآن کریم کا ختم کرنا، ختم قرآن پر دعا، ستائیسویں شب کو نماز تہجد کے بعد امام کا خطبہ دینا، نمازِ تراویح کے لیے منادی کا یوں اعلان کرنا کہ آیئے نمازِ تراویح ادا فرمایئے، اللہ تعالٰے تمھیں ثواب عطا فرمائے گا۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جنھیں نہ تو نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انجام دیا اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی نے ادا کیے، تو کیا انعقادِ محفل میلاد جو ہم کرتے ہیں یہی بدعت ہے؟ (مذکورہ امور میں بعض ہمارے ہاں نہیں ہوتے وہ صرف اِسی زمانہ میں حرمین شریفین اور ممالک عربیہ میں شروع ہوئے ہیں (تابش قصوری)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں: ایسی بات جو نئی ایجاد ہو اور وہ کتاب و سنّت، اجماع یا کسی منقول کے مخالف ہو وہ بدعت سیئہ ہے، اور ہر وہ چیز جو بھلائی اور نیکی پر دلالت کرتی ہو اور مذکورہ بالا قواعد میں سے کسی ایک کے بھی مخالف نہ ہو وہ محمود و پسندیدہ ہے۔

سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اسلام

میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اور اس پر بعد میں آنے والے لوگوں نے عمل کیا تو اس کے لیے اتنا ہی اجر و ثواب ہے جس قدر لوگوں نے اس پر عمل کیا اور عمل کرنیوالے کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

میلادِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محفل منعقد کرنا اس طرح ہے جیسے آپ کے ذکرِ پاک کو زندہ کرنا ہے، اور یہ ہمارے نزدیک اسلام میں محبوب و مشروع ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں حج کے اکثر اعمال اہم واقعات کی یادگاریں اور مقاماتِ ممدوحہ کی پسندیدہ و محبوب ادائیں ہیں، چنانچہ صفا و مروہ کی سعی، جمرات کو کنکریاں مارنا، جانوروں کی قربانی دینا، یہ تمام گزرے واقعات ہیں جنھیں مسلمان واقعۃً تجدید کی صورت میں دُہراتے چلے آرہے ہیں، محفلِ میلاد کے شروع ہونے سے متعلق جو مذکور ہوا وہ ایسی محفل کے شرعاً جائز ہونے سے متعلق ہے جس میں غلط اور مذموم افعال نہ ہوں جن کا انکار اور ناپسندیدگی واجب ہے اور اگر محفلِ میلاد میں کوئی غیر شرعی فعل و امر پایا جائے جس کا انکار واجب ہے تو اس کے ناجائز اور ممنوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں، مثلاً مردوں عورتوں کا اختلاط ناجائز، اور محرمات کا ارتکاب اور ایسی فضول خرچی جو نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہو لیکن اس طرح اس کا ناجائز ہونا عارضی ہوگا ذاتی نہیں ہوگا جو اہلِ علم و دانش پر مخفی نہیں۔

میلاد اور ابنِ تیمیہ

علامہ ابنِ تیمیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کو میلاد شریف منعقد کرنے پر ضرور ثواب ہوگا، ایسے ہی جیسے بعض لوگ عیسائیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی ولادت با سعادت کے دن کی خوشی مناتے چلے آرہے ہیں، بہرحال اللہ تعالےٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اظہارِ محبت کرنے اور آپ کی تعظیم و تکریم بجا لانے پر ثواب عطا فرمائیگا مگر بدعت اپنانے پر نہیں۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ تم جان لو کہ بعض اعمال میں بدعت کا شر وغیرہ ہوتا ہے

تو ایسا فعل دین سے کلیۃً اعراض کے باعث شر ہوتا ہے جیسے منافقین و فاسقین کی حالت، اس بیماری میں آخری زمانے کے اکثر امتی ہیں، اس لیے یہاں دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پہلی یہ کہ تیری ظاہری و باطنی محبت اور شوق، سنتِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے کا یہی خاصہ ہو، نیز معروف کی معرفت اور ناپسندیدہ و مکروہ امور سے انکار کرنا تیرا خاصہ ہونا چاہیئے، دُوسری یہ کہ آپ سنتِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جانب حسبِ استطاعت لوگوں کو بلائیں اور جب یہ محسوس کریں کہ کوئی شخص شر کی طرف راغب ہے اور وہ اُسے ترک کرنے پر تیار نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑی بُرائی اور گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے تو پھر اس امر کی دعوت دو کہ لوگ واجب یا مستحب کو تو ترک نہ کریں کیونکہ واجب یا مستحب کا ترک کرنا اس کا ناپسندیدہ و منکر ہونے سے زیادہ نقصان ہے، پس جب بدعت میں کسی قسم کی مصلحت پائی جائے اور وہاں خیر و مصلحت مشروع بھی ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس سے نہ رد کا جائے، کیونکہ لوگ اس وقت تک کسی چیز کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک اس کے بدلے کوئی دُوسری چیز حاصل نہیں کر پاتے، اور اگر کسی شخص کو کبھی اچھائی یا نیکی چھوڑنی بھی پڑے تو اسے چاہیئے کہ اس کی مثل یا اس سے بہتر کی طرف راغب ہو۔ رسول کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے میلاد کی تعظیم اور سالانہ محفلِ میلاد کا انعقاد اچھے ارادے اور نیک نیتی سے کرنے والے کو ابن تیمیہ اجرِ عظیم کا مستحق ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، البتہ بعض لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے، جبکہ بعض کے نزدیک یہ مستحسن امر ہے۔ جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں کسی امیر کی حکایت بیان کی گئی کہ اس نے قرآن کریم کی آرائش و زیبائش پر اتنے دینار خرچ کئے ہیں، آپ نے فرمایا، یہ مصحف شریف پر سونا خرچ کرنے سے افضل ہیں، باوجودیکہ حضرت امام

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قرآن کریم پر نقش و نگار مکروہ ہیں۔

فقہاء کرام میں سے ایک فقیہ نے یوں وضاحت فرمائی کہ مذکور الصدر رئیس نے ایک ہزار روپے قرآن کریم کے اوراق کی جز بندی اور حروف کو نمایاں کرانے پر صرف کیے تھے، چونکہ اس میں دونوں امر پائے جاتے ہیں اس لیے امام نے مصلحت کی بناء پر عمدہ و افضل فرمایا اور نقص کے باعث اس پر نقش و نگار کو ناپسند کیا (اس حکایت سے ابن تیمیہ کے نزدیک محفلِ میلاد کا مشروع ہونے کے باعث منعقد کرنا بہتر و افضل ہے اور بدعت کی وجہ سے ناپسند و ممنوع)

میلاد کا مفہوم

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ محفلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کسی خاص کیفیت سے مختص نہیں اور نہ ہی لوگوں پر اس کا اہتمام و انصرام لازم ہے، ہر وہ چیز جو خیر و برکت کی داعی ہو اور لوگوں کو ہدایت اور صراطِ مستقیم پر جمع کرتی ہو، ان کے دینی و دنیوی امور میں سود مند ثابت ہو تو ایسی محفل سے اغراض و مقاصد کی تکمیل حاصل ہو جاتی ہے۔ پس جب ہم کسی ایسے معاملہ پر جمع ہوں جو نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے محامد و محاسن پر دلالت کرتا ہو، جس میں آپ کے شمائل و خصائل۔ فضائل و خصائص، جہاد و غزوات اور معجزات کا بیان ہو، اگرچہ ان حالات و واقعات کا تعلق میلاد سے نہ بھی ہو جو عرفِ عام میں میلاد کے ساتھ سمجھے جاتے ہیں، تب بھی ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا، یعنی اس محفل کے منعقد کرنے سے جملہ مفہوم و مطالب ثابت اور مستحق ہو جاتے ہیں اور ایسی صورت میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

معجزاتِ نور ﷺ

معجزہ نام ہے ایک ایسی خرق عادت کا جو کسی نبی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو یعنی جس کا وقوع کسی ایسے قوانین کے ذیل میں نہیں ہوا جو ہمارے ہاں تجربہ و مشاہدہ سے قوانین کلیہ عادیہ کہلاتے ہیں یا یوں کہیے کہ ہم ان کے وقوع کا کوئی ایسا سبب قرار نہیں دے سکتے جو ہمارے نزدیک معمولی سلسلہ اسباب میں داخل ہو سکتا ہے اس تعریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر کے واقع ہونے کا درحقیقت کوئی سبب نہیں کیونکہ یہ **اصل کالوحی من السماء** ہے کہ کسی واقعہ کا ظہور بلا سبب ممکن نہیں۔ اس تعریف میں صرف یہ مفہوم داخل ہے کہ ہم اس سبب کی اپنے مسلمہ روز مرہ اصول پر تشریح نہیں کر سکتے یہ تو حقیقت معجزہ ہے اب نبی مبعوث من اللہ کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔

معمولی الفاظ میں تو لفظ نبی کا یہی مفہوم ہے کہ ایسا شخص نبی کہلاتا ہے جو خدا کی طرف سے تبلیغ وحی پر مامور ہو اور یہ صحیح ہے مگر درحقیقت نبی وہ فرد کامل نوع انسان کا سمجھا جاتا ہے جس کے قوائے علمیہ و عملیہ بتائید باری تعالیٰ اس درجہ کمال کو پہنچ گئے ہوتے ہیں کہ اس کا زیادہ ترقی کرنا محال ہوتا ہے کیونکہ منصب نبوت سے کوئی درجہ کمال انسانی کا نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا کی طرف سے ان معارف و حقائق سے آگاہ ہوتا ہے جن کو بدون تعلیم وحی کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا اور وہ ایسی روحانی طاقتوں کا مالک ہوتا ہے کہ تمام دیگر افراد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حکماء نے انبیاء کے حق میں اس خیال کو یوں ظاہر کیا ہے:

اصحاب القوی العظیمۃ الفائقۃ

یعنی یہ لوگ بڑے زبردست اور برتر قواء کے مالک ہوتے ہیں۔

الغرض نبی اللہ ایک ایسا کامل انسان ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ سے ایک مضبوط تعلق ہوتا ہے اور وہ اس کے حکم سے تعلیم وحی کو افراد امت تک پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نبی خود تعلیم وحی کا کامل نمونہ ہوتا ہے۔ جس کی تقلید دیگر افراد امت پر حجت ہوتی ہے اور حقیقت توحید کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ جس قدر سلسلہ ہائے اسباب عالم کائنات میں نظر آتے ہیں۔ نبی اللہ کی نظر سے اٹھ جاتے ہیں اور یہی عارف کامل کی غائت منتہا ہے کیونکہ اس مقام میں وہ افعال کو بلاواسطہ ذات باری سے صادر ہوتے دیکھتا ہے اور تمام اسباب عادیہ میں ارادہ ذات باری کو علت مستقلہ سمجھتا ہے۔ جب نبی اللہ اسماء و صفات ذات باری کے اس مقام پر ترقی حاصل کرتا ہے تو جمیع اشیائے کائنات اس کی تابع فرمان ہو جاتی ہے کیونکہ کمال توحید کے ایک ایسے مقام پر اس کو عروج حاصل ہوتا ہے جہاں سلسلہ اسباب عادیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس لیے خداوند جل و علیٰ کا ارادہ نبی اللہ کے ارادہ کے لیے بطور علت تامہ موثر ہو کر عالم کائنات میں تصرف کرتا ہے۔

اسی مقام پر تمام سربستہ راز کی حقیقت اصلیہ منکشف ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ جو اس حقیقت کو نہیں پا سکتے۔ ان آثار فوق العادۃ کے منکر رہتے ہیں چونکہ نبی اللہ توحید کے درجہ غائت کو حاصل کر لیتا ہے اس لیے بارادہ الٰہی ایسے امور جن کی نسبت ہمارا یقین ہے کہ سوائے ذات باری کے معمولی سلسلہ اسباب کے ذریعہ سے وقوع پذیر نہیں ہوتے اس کے ہاتھ پر جاری ہونے لگتے ہیں جن میں ایک صاحب بصیرت کے لیے نہایت لطیف پیرائیہ میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص ہمارا برگزیدہ اور مقبول بارگاہ ہے اور

اس کو ہم نے بغرض تبلیغ عوام الناس کی طرف منصب نبوت کے لیے منتخب کر کے کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ کر کے اہل دنیا کے پاس بطور اتمام حجت بھیجا ہے نیز اہل دنیا پر اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام کائنات کے تابع فرمان ہونے کی سند ہماری طرف سے عطا کی ہوئی اس کے پاس ہے۔ اس سند میں ہم نے اس کو بعض اختیارات دیئے ہیں جن کو وہ ہمارے استصواب پر نافذ کرتا رہے گا گویا اس کا حکم ہمارا حکم ہو گا۔ اس لیے ہر ایک چیز جو انسانی زور و طاقت کے درجہ سے بالاتر ہے۔ اس کے سامنے بجز اطاعت کے کوئی چارہ نہیں رکھتی اور یہی اس کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے جس کے ذریعہ دیگر افراد انسانی پر ممتاز ہے' اس لیے کسی کو بھی اس کی اطاعت سے انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کو نہ ماننا ہماری خدائی کا انکار کرنا ہے معجزات کے لیے ذیل کے امور کی تصدیق ضروری ہے۔

(۱) ہر ایک فعل جو عالم کائنات میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے صادر ہوتا ہے۔ اس لیے معجزہ کا ظہور بھی خداوند تعالیٰ کے ارادہ پر مبنی ہے۔

(۲) نبی' اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوتا ہے جس کی تصدیق کے لیے عموماً خدا کی طرف سے اسے کوئی ایسا نشان دیا جاتا ہے جو انسانی طاقت کے دائرہ سے خارج ہوتا ہے

(۳) ظہور معجزہ میں نبی کی ذات کو صرف اس قدر تعلق ہوتا ہے کہ وہ صدور فعل ذات باری کے لیے واسطہ بنتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اس کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے:

"وما کان لرسول ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ"

رسول اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی معجزات دکھاتے ہیں۔ (مفہوم)

معجزہ اور کرامت

مومن متقی سے اگر کوئی نادر الوجود اور تعجب خیز چیز صادر ہو جائے تو جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اس قسم کی چیزیں اگر انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہوں تو ارہاص اور اعلان نبوت کے بعد ہوں تو معجزہ کہلاتی ہیں اور اگر عام مومنین سے اسی قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو "معونت" اور اگر کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس کی چیز ظاہر ہو جائے تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت کی حقیقت ایک ہی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ خلاف عادت تعجب خیز چیزیں اگر نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو معجزہ اور اگر ولی کی طرف سے صادر ہوں تو کرامت کہلائے گی۔ البتہ معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لیے کرامت کا ہونا ضروری نہیں کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا کرامت سے ثبوت مہیا کرے مگر نبی کے لیے اپنی نبوت کا اثبات ضروری ہے چونکہ انسان کے سامنے نبوت کا اثبات بغیر معجزہ دکھائے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے ہر نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری و لازمی ہے چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا واضح بیان قرآن مجید میں موجود ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی جن کا ذکر خیر قرآن کریم میں آیا ہے ان کے معجزات کے تذکرے بھی ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ میرے پیش نظر صرف معجزات مصطفیٰ ﷺ کو حوالہ قلم کرنا ہے۔ لہٰذا دیگر انبیاء کرام کے معجزات کی جگہ حضور نبی اکرم ﷺ کے معجزات کو قارئین الجامعہ کی نظر کرتا ہوں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِبیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام الانبیاء خاتم المرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس سراپا اعجاز تھی۔ آپ سے اس قدر معجزات کا ظہور ہوا کہ احاطہ احصا ممکن ہی نہیں البتہ چند معجزات کو مجمل طور پر اور چند ایک کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

حضور کا سب سے اعظم و اعلیٰ معجزہ قرآن کریم ہے جو ہزارہا معجزوں کو اپنے بطن میں لیے ہوئے ہے جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمتہ کتاب الشفا میں درج فرماتے ہیں کہ باعتبار بلاغت کے قرآن مجید میں سات ہزار سے اوپر معجزات ہیں اور اس کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آئندہ اخبار پر مشتمل ہے اور کل باتیں جو ازل سے ابد تک ہوئیں یا ہوں گی سب اس میں موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ○ (الانعام: ع۷)

معجزہ معراج جو ہزارہا قدرت کی نشانیاں دیکھنے پر دال ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دیدار الٰہی کا شرف آپ کو حاصل ہوا اور اس شان سے کہ خود رب العزت فرماتا ہے:

ما زاغ البصر وما طغی لقد دای من ایات ربہ الکبری (النجم ع۱)

کتاب التوحید صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں:

حتی جاء سدرۃ المنتھی و دنی الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی ○

معجزہ شق القمر

نبی اکرم ﷺ کے مشہور ترین معجزات میں آپ کی انگلی کے اشارہ سے آسمان پر چاند کے شق ہو جانے کا معجزہ مشہور و معروف ہے قرآن مجید میں بایں کلمات واضح ہوتا ہے:

اقتربت الساعۃ وانشق القمر (القمر:ع ۱)

شق قمر کے معجزہ کا ذکر خیر دنیائے اسلام جملہ ائمہ محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بالتفصیل اپنی اپنی کتب حدیث میں درج کیا ہے۔ خصوصا صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابوداود طیالسی، مستدرک حاکم، دلائل بیہقی، دلائل ابو نعیم میں بتصریح مذکور ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت حذیفہ بن یمان اکابر صحابہ کے علاوہ بھی اسماء گرامی آتے ہیں۔ جنھوں نے شق القمر کے واقعات کی روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ اس میں واقعہ کے چشم دید گواہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں کہ میں شق القمر کے وقت موقعہ پر موجود تھا اور اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ چنانچہ انھی کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

انشق القمر ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بمنی فقال اشھدوا وفرھبت فرقۃ نحو الجبل (مسلم بخاری، ترمذی تفسیر سورہ القمر)

عام معجزات

آپ کا امی ہونا یعنی ظاہری تعلیم اور نوشت و خواند سے پاک ہونا' آپ کا بغیر کسی مـ کے دشمنوں کے مکائد سے محفوظ رہنا' جنات کا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا' آپ کا شق صدر ہونا' اپ کا مبارک قدم ہونا' ستون حنانہ کا آپ کے فراق میں رونا' تاثیر وعظ سے منبر کا جھومنا' چٹان کا پارہ پارہ ہو جانا' درختوں اور پہاڑوں کا سلام کرنا' آپ کے جلال سے احد پہاڑ کا حرکت کرنا' آپ کے اشارہ سے بتوں کا گر جانا' کھانے سے تسبیح کی آواز آنا' آپ کے بلانے سے خوشہ خرما کا چلا آنا' بے دودھ بکری کا شیر دار ہونا دعاؤں کا قبول ہونا' تھوڑے طعام سے جماعت کثیر کا سیر ہونا' ست گھوڑے کا تیز رفتار ہونا' اندھیرے میں روشنی ہونا' جانوروں کا آپ کو سجدہ کرنا' بیماروں کا شفا پانا۔ اندھے کا بینا ہونا' گونگے کا بولنا' ایک جلے ہوئے بچے کا اچھا ہونا' جنوں کا دور ہونا' کھجوروں کے ڈھیر کا بڑھ جانا' انگلیوں سے پانی جاری ہونا' غیبی خبروں پر اطلاع پانا اور مستقبل کی سچی پیش گوئیاں کرنا مثلاً آغاز اسلام میں فتوحات عظیم کی اطلاع دینا' قیصر و کسریٰ کی بربادی کی خبر' ابو صفوان کے قتل کی خبر' مقتولین بدر کے نام بنام اور متعین جگہ پر مرنے کی اطلاع' فاتح خیبر کی فتح سے قبل تعین' سیدہ فاطمہ کے وصال کی خبر اپنے وصال سے متعلق قبل از وقت مطلع فرمانا' فتح یمن خبر' فتح شام کی اطلاع' فتح عراق' خوزستان اور کرمان کی فتوحات کی خبر' ترکوں سے جنگ کی اطلاع فتح مصر کی بشارت دینا' غزوہ ہند کی خبر' بحر روم کی لڑائیوں کی اطلاع' فتح بیت المقدس کی خبر دینا' فتح قسطنطنیہ (استنبول) کی بشارت' فتح روم کا اشارہ' فاتح عجم کی خبر' مرتدین کی اطلاع' حضرت زینب کی وفات'

حضرت ام ورقہ کی شہادت کی بشارت' خلافت راشدہ کی مدت کا بیان کرنا' شیخین کی خلافت کی خبر' مسلمانوں کو دولت کی کثرت اور فتنوں کے ظہور سے آگاہ کرنا' مشرق کی طرف سے فتنوں کے اٹھنے کی اطلاع' حضرت عمر اور حضرت عثمان نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مشکلات اور شہادتوں کی خبر دینا' جنگ جمل کی اطلاع' جنگ صفین سے آگاہی' حضرت عمار کی شہادت' حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے فرمانا کہ یہ دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائیں گے۔ حضرت امام حسین لی شہادت کی خبر' خوارج کا ظہور' حجاز سے آگ کے ظاہر ہونے کی اطلاع' جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق خبر دینا' منکرین حدیث کے بارے آگاہ کرنا' علاقہ نجد سے شیطان کے سینگ پیدا ہونے کی خبر' قیامت اور بعد از قیامت کے واقعات سے مطلع فرمانا غرضیکہ آپ کے معجزات کا شمار کرنا احاطہ امکان سے باہر ہے۔ البتہ چند ایک معجزات کا تفصیلی ذکر کیا جاتا ہے۔

کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے وقت میں رسول کریم ﷺ کے دولت خانہ پر حاضر ہوا نبی کریم ﷺ گھر پر تشریف فرما نہیں تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا۔ اس نے کہا حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر ہیں' میں وہاں پہنچا' آپ جلوہ افروز تھے اور کوئی آدمی آپ کے پاس موجود نہیں تھا مجھے اس وقت گمان ہوا کہ آپ وحی کی حالت میں ہیں۔

میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواباً نوازا پھر فرمایا تجھے یہاں کونسی چیز لائی؟ میں نے عرض کیا' اللہ و رسول کی محبت' آپ نے مجھے فرمایا بیٹھ جایئے۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ نہ میں نے آپ سے کچھ دریافت کیا اور نہ آپ نے مجھ سے تھوڑی دیر ٹھہرا کہ اتنے میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیزی سے حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے بارگاہ مصطفےٰ میں سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام سے نوازا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا اللہ و رسول کی محبت۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا بیٹھ جایئے۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی اکرم ﷺ کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ویسے ہی جواب عنایت فرمایا' حضرت عمر فاروق حضرت ابوبکر صدیق کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اس طرح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے (بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے بھی آیا ہے کہ

وہ بھی حاضر ہوئے۔ مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بکثرت روایات ملتی ہیں) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں اپنے قریب سے اٹھائیں' ان کنکریوں نے آپ کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں ان سے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی گئی۔ پھر آپ نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ ہو گئے پھر وہ سنگریزے مجھے (ابوذر) چھوڑ کر حضرت ابوبکر کو دیئے۔ ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں بھی اسی طرح تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کے میں نے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی۔ پھر آپ نے وہ کنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر زمین پر رکھ دیئے تو وہ چپ ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو دیئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے اسی طرح تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی۔ پھر آپ نے وہ کنکر زمین پر رکھ دیئے تو وہ پہلے کی طرح خاموش ہو گئے پھر آپ نے حضرت عثمان کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی۔ پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھا تو وہ چپ ہو گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یہ نبوت کی خلافت ہے۔

سنگریزوں کا آپ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھنا اور پھر آپ ہی کے اشارہ پر حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم' حضرت عثمان غنی بقولے حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھوں میں تسبیح پڑھنا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زبردست معجزہ ہے خلفاراشدین کی کرامت نیز خلافت کی ترتیب کا عملی درس ہے۔ (سیرت رسول عربی)

دیگر روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ وہاں حاضر چند اور اصحابی بھی تھے جب انہوں نے اپنے ہاتھ پر وہ کنکریاں رکھیں تو وہ بالکل خاموش رہیں اس بات سے بھی خلفائے راشدین کی شان عظیم کا ظہور ہو رہا ہے۔

بارش کا فوری برسنا اور بند ہونا

امام بخاری علیہ الرحمتہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ قحط میں مبتلا ہوئے۔ بارش بند ہو گئی۔ عرصہ تک مینہ نہ برسا۔ حضور نبی کریم ﷺ مسجد غمامہ میں خطبہ جمعہ دے رہے تھے ایک اعرابی (دیہاتی) کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا:

ھلک الاموال وجاع العیال فادع اللہ لنا یا رسول اللہ

یا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال تباہ ہو گئے۔ بچے بھوک سے نڈھال ہو گئے۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ اوپر اٹھائے جبکہ آسمان پر کہیں بادل کا نام و نشان بھی نہیں تھا:

لو الذی نفسی بیدہ ما وضعھما حتی ثار السحاب کامثال الجبال

پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ حضور ابھی اپنے مقدس ہاتھ نیچے نہیں لائے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل امڈ پڑے۔

ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رایت المطر تجاوز علی الحیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

حضور سید دوعالم ﷺ ابھی ممبر شریف سے اترنے نہیں پائے تھے کہ میں نے آپ کی ریش مبارک سے بارش کے قطرے گرتے دیکھے نیز فرماتے ہیں کہ اس روز بڑے زور کی بارش ہوئی۔ پھر دوسرے روز حتیٰ کہ آئندہ جمعہ تک مینہ برستا رہا۔ آپ فرماتے ہیں کہ دوسرے جمعہ کے لیے حضور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ وہی اعرابی یا کوئی دوسرا صحابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا۔

یا رسول اللہ انہدم البناء وغرق الاموال فادع اللہ لنا

یارسول اللہ ﷺ بارش کی کثرت کے باعث مکان گر رہے ہیں اور مال و متاع تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھ دعا کے لیے پھیلائے اور یوں دعا کی۔

اللھم حوالینا ولا علینا ۔ الٰہی! ہمارے اکناف و اطراف میں مینہ برسا' ہمارے اوپر نہ برسا۔

بیان کرتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ جدھر اشارہ فرماتے بادل اسی طرف بھاگتے۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ کی فضا بالکل صاف ہو گئی لیکن اکناف و اطراف کے جنگلوں اور صحراؤں میں پانی برستا رہا: **وسال الوادی شھر"ا** اور مدینہ منورہ کی ندیاں مہینہ بھرپانی سے چلتی رہیں **ولم یجی احد من ناحیتہ الا حدث بالجود** اور آس پاس سے جو بھی شخص آتا خوب بارش برسنے کی خبر دیتا (بخاری شریف' مشکوۃ شریف)

دست شفا

مدینہ منورہ میں ایک نہایت متعصب یہودی ابورافع ابو حقیق نامی رہتا تھا وہ انتہائی امیر ترین تھا وہ شان مصطفیٰ میں بڑی گستاخیاں بکتا۔ حضور سرور دو عالم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا۔ اس کی زبان درازی حد سے بڑھ چکی تھی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن فرمایا! کون ہے جو ابی حقیق کا کام تمام کردے عملاً نبی اکرم ﷺ نے ایک جماعت جن کی تعداد دس سے کم تھی اس کے قتل کے لیے روانہ فرمائی۔ اس کا ایک وسیع عظیم قلعہ نما محل تھا' جہاں وہ بالا خانہ پر رہا کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء کو حملہ سے باہر چھوڑ کر اکیلے ہی اس کے بالا خانہ پر پہنچ گئے اندر جاتے ہوئے تمام دروازے بند کرتے گئے تاکہ اسے باہر سے کوئی مدد نہ پہنچ سکے' آپ نے کسی طریقہ سے اسے معلوم کرلیا کیونکہ اس کے قریب بہت سے لوگ سو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے اس کے پیٹ میں تلوار گھونپ دی اور آپ جس راستہ سے بالا خانہ پر گئے تھے اسے راستے پر سیڑھیاں طے کرتے آرہے تھے کہ آپ نے محسوس کیا کہ آخری سیڑھی آگئی ہے۔ آپ نے پاؤں زمین سمجھ کر رکھا تو گر گئے اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ آگے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

فانکسرت ساقی فعصبتها بعمامته فانطلقت الی اصحابی

میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے اسے دستار سے خوب باندھ لیا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ **فانتهیت الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فحدثته' فقال' ابسط رجلک فبسطت رجلی فمسحها فکانما لم اشتکها قط**

پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہانی سنائی۔ آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا۔ آپ نے اس پر دست شفا پھیرا تو یوں محسوس ہوا گویا مجھے کبھی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ اس حدیث کی تشریح و توضیح میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عتیک فرمایا کرتے تھے کہ اس پنڈلی میں جس پر نبی اکرم نے دست شفا پھیرا تھا اس میں دوسری پنڈلی کی بنسبت زیادہ طاقت محسوس ہوتی تھی۔ اسی طرح دست شفا اور لعاب دہن سے آپ نے مختلف اوقات میں مختلف امراض کا فوری طور پر معجزانہ انداز میں علاج فرمایا۔

چنانچہ حضرت معاذ کے کٹے ہوئے بازو پر لگایا تو وہ فوری درست ہو گیا گویا کٹا ہی نہ تھا۔ حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ میں ڈالا تو میرے کا کام دیا۔ حضرت طلحہ و جابر کے گھر ہانڈی اور آٹے میں ڈالا تو چار سیر سے سنکڑوں صحابہ سیر ہوئے حدیبیہ کے کنوئیں میں ڈالا تو کنواں جوش مارنے لگا۔ کھاری کنویں شیریں ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سانپ نے کاٹا تو حضور کا لعاب دہن تریاق بن گیا۔ چاہ زمزم میں پڑا تو قیامت تک شفا بن گیا۔ جب ایک عیسائی قوم مسلمان ہوئی تو تھوڑے سے پانی میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا اسے گرجے میں چھڑکاؤ۔ طیب و طاہر صاف اور پاک ہو جائے گا۔ (مراۃ المناجیع ص ۱۷۵) بعض اولیاء کرام کو حضور نے خواب میں لعاب دہن سے نوازا تو ہادی و رہنما بن گئے۔

شیطان پکڑا گیا

شیطان انسان کا سب سے پہلا اور آخری بد ترین دشمن ہے۔ اس کے داؤ پیچ سے محفوظ رہنا انتہائی مشکل ترین ہے اس کا اعلان ہے جب انسان غصے کی حالت میں ہو تو میں اسے گیند کی طرح لڑھکائے پھرتا ہوں۔ البتہ مخلص لوگوں پر اس کا بس نہیں چلتا۔ رب العزت کے حضور مخلصین کے معاملہ میں اپنی عاجزی اور شکست کا یوں اعتراف کرتا ہے کہ میں ہر ایک کو گمراہ کروں گا: **الا عبادک منھم المخلصین**۔ مگر میرے قابو میں تیرے مخلص بندے نہیں ہوں گے۔

ان کے اخلاص کی قوت ایسی روحانی بجلیوں سے مملو ہو گی کہ ان کا مجھے بچھاڑنا' میرا پنجہ موڑنا اور مجھے زیر کرنا ان کے لیے قطعاً مشکل نہیں ہو گا۔ چنانچہ شیطان اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ سے پنجہ آزمائی کرنے لگا مگر اس نے منہ کی کھائی۔ آخر منت سماجت کر کے اور ایک سچا وظیفہ بتا کر اپنی جان کی امان پائی۔ حضرت ابو ہریرہ کی روحانی قوت نے اسے اپنی گرفت میں لے کر بے بس کر کے رکھ دیا۔ جس کی تفصیل انہی کی زبانی سنئے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں ماہ رمضان کے آخری دن تھے لوگوں نے فطرانہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ مسجد میں اناج کے ڈھیر لگ گئے۔ تو حضور پر نور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا "یہاں بیٹھ کر پہرہ دو" چنانچہ میں رات کو وہاں بیٹھ گیا۔ جب ہر طرف سناٹا چھا گیا اور رات کافی بیت گئی تو میں نے اناج کے انبار کے پاس کچھ آہٹ محسوس کی' دیکھا کہ ایک شخص چادر پھیلا کر اس میں غلہ ڈال رہا ہے۔ اس کی یہ حرکت بہت بری لگی۔ میں نے فوری کاروائی کی اور اس

کو گردن سے دبوچ لیا اور کہا

لا دفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں تجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس نے منت سماجت شروع کر دی اور اپنی مجبوری پیش کی تھی کہ **دعنی فانی محتاج و علی عیال ولی حاجتہ شدیدۃ** میں محتاج اور اہل عیال ہوں' بہت ہی ضرورت مند' اس لیے مجھے چھوڑ دیجئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور ازخود ارشاد فرمایا: **یا ابا ھریرۃ ما فعل اسیرک البارحتہ** اے ابو ہریرہ! اپنے رات والے قیدی کے بارے میں بتاؤ۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ' اس نے اپنی ضرورت اور مجبوری پیش کی تھی۔ اس لیے مجھے رحم آیا اور اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: **انہ قد کذبک و سیعود** اس نے جھوٹ بولا ہے وہ دوبارہ آئے گا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ وعدہ شکن ہے اور ضرور آئے گا۔ کیونکہ حضور نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اس لیے میں اس کا انتظار کرنے لگا۔ آدھی رات کو وہ واقعی آگیا اور اپنا کام شروع کر دیا۔ میں نے پھر اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور کلائی تھام کر کہا! آج تجھے بالکل نہیں چھوڑوں گا کیونکہ تو جھوٹا ہے۔ اس نے پھر اپنی خستہ حالی انتہائی غربت و افلاس کا نقشہ کچھ ایسے انداز میں کھینچا کہ دوبارہ دل پسیج گیا اور اس وعدہ پر چھوڑ دیا کہ آئندہ چوری نہیں کرے گا۔

دوسرے روز صبح نماز سے فراغت کے بعد حضور پر نور سید عالم ﷺ نے پھر اسی طرح دریافت فرمایا اور دوبارہ بتایا۔ وہ اس دفعہ بھی جھوٹ بول کر گیا ہے آج رات پھر آئے گا۔ مجھے بڑا اچنبھا ہوا کہ یہ کس قماش کا ہے

ضمیر اور ڈھیٹ چور ہے جس میں شرم و حیا کا مادہ ہی نہیں دو دفعہ گرفتاری کے باوجود اس کے پختہ عزم میں کوئی فرق نہیں آیا اور عہد و پیمان توڑ کر پھر آنا چاہتا ہے۔ بہرحال میں نے رات کو اس کا انتظار شروع کر دیا کیونکہ حضور نے اس کی آمد سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔

پھر وہ شوخ چشم بے حیا واقعی آ گیا اور اس نے بلا کسی جھجک کے با اطمینان اناج اپنے تھیلے میں ڈالنا شروع کیا۔ میرے غصے کی انتہا نہ رہی' پکڑ لیا اور فیصلہ کن انداز میں کہا یہ تیسری بار ہے اب تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تو بڑا نیچ ذات ہے' کمینہ اور پیشہ ور قسم کا چور معلوم ہوتا ہے' ضرورت مند نہیں' لالچی ہے تیرے جیسے پر ترس کھانا' کچھ دینا' رحم کر کے چھوڑنا اچھا نہیں۔ اب تو ایک قیدی کی حیثیت سے صبح دربار رسالت میں پیش ہو گا۔ جب اس نے دیکھا میری گرفت مضبوط ہے اور ارادہ پختہ ہے۔ نیز رہائی کی کوئی صورت نہیں تو مصالحانہ رویہ میں بولا۔ اے ابو ہریرہ تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمھیں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ وہ تحفہ یہ ہے کہ "رات سوتے وقت ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ فائدہ یہ ہو گا کہ اللہ کی طرف سے ایک نگہبان فرشتہ تجھ پر مقرر کر دیا جائے گا جو صبح سے شام تک تمہاری حفاظت کرے گا۔ اس نے یہ وظیفہ بتایا تو میں نے چھوڑ دیا۔

صبح کو حضور ﷺ نے پہلے ہی خبر دی۔ اما انہ قد صدقک و ھو کذوب۔ تعلم من تخاطب منذ ثلاث لیال۔ ذالک شیطان۔

اے ابو ہریرہ! وہ خود پکا جھوٹا ہے۔ لیکن اس نے وظیفہ صحیح بتایا۔ جانتے ہو' تین راتوں میں تمھارے پاس کون آتا رہا ہے؟ فرمایا وہ شیطان تھا۔

(مسجد نبوی و مشکوۃ شریف ص ۳۳۲۔۳۳۹)

اب اس واقعہ میں جو معجزات پوشیدہ ہیں۔ وہ اہل و دانش پر عیاں ہیں
۔ قبل از وقت ہونے والے واقعات سے آگاہی علوم مصطفےٰ ﷺ کا منہ بولتا معجزہ ہے۔ جن پر صحابہ کرام کو مکمل ایمان و ایقان تھا۔ معجزات کا انکار کفار کا شیوہ ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ معجزات سے مرصع ہو کر تشریف لائے تو کفار نے جادوگر کہہ کر انکار کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑا افترا باندھنا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت سے نوازتا ہی نہیں۔ (الا یتہ)

نورٌ علیٰ نور

محمد مصطفےٰ نورٌ علیٰ نور	حبیبِ کبریا نورٌ علیٰ نور
شہِ ارض و سما نورٌ علیٰ نور	شفیعِ دوسرا نورٌ علیٰ نور
سراپا نور کا نورٌ علیٰ نور	ہے یکتا آئینہ نورٌ علیٰ نور
محمد کے سوا نورٌ علیٰ نور	خدائی میں تھا نورٌ علیٰ نور
بنا گہوارۂ عالم اِنہی کے پاس	کوئی ہے دُوسرا نورٌ علیٰ نور
دو عالم نے ترا سایہ نہ پایا	کہ تھا سرتابہ پا نورٌ علیٰ نور
قمر کو بھی کیا جس نے دو پارہ	ہے وہ معجز نما نورٌ علیٰ نور
جہاں میں رہ نمائی کرنے والا	ہے محبوبِ خدا نورٌ علیٰ نور
لقب جن کا کہ ختمِ مرسلیں ہے	ہے وُہ دُرِ بے بہا نورٌ علیٰ نور

مجھے زاہد غمِ دُنیا و دِیں کیا
وُہ ہیں مشکل کشا نورٌ علیٰ نور

صُوفی عبدالوہاب صاحب زاہد ـــــ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اسلام لانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا کیونکہ وہ مشرکہ تھیں۔ حسب معمول ایک روز میں نے پھر دعوت اسلام دی تو مجھے والدہ نے رسول کریم ﷺ کے متعلق ناپسند باتیں سنائیں میں روتا ہوا بارگاہ رسالت ماب میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ادع اللہ ان یھدی ام ابی ھریرۃ

فقال اللھم اھد ام ابی ھریرۃ

یا رسول اللہ ﷺ آپ میری والدہ کے لیے ہدایت کی دعا فرمائیے چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ الٰہی ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ میں حضور کی زبان اقدس سے دعائیہ کلمات سنتے ہی بڑی مسرت و خوشی کے ساتھ نکلا۔ جب گھر کے دروازے پر پہنچا: **فاذا ھو مجاف فسمعت امی خشف قدمی فقالت مکانک یا ابا ھریرۃ و سمعت خضخضتہ الماء فاغتسلت فلبست درعھا** الخ۔

تو وہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو بولیں ابو ہریرہ اپنی جگہ پر رہو اور میں نے پانی کی چھلک سنی انہوں نے غسل کیا۔ پھر اپنا لباس پہنا اور اپنے دوپٹہ سے جلدی میں دروازہ کھولا بولیں ابو ہریرہ: **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ** میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں: **فرجعت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

وانا ابکی من الفرح فحمد اللہ و قال خیرا" (رواہ مسلم)

پھر میں فوری طور پر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حالانکہ میں خوشی اور مسرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر رو رہا تھا۔ اس پر حضور سید دو عالم ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے (المشکوۃ۔ باب معجزات)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین کو تبلیغ کرنی چاہیے کہ اگر وہ شریعت پر نہ ہوں دوسری بات یہ کہ اگر والدین راہ ہدایت پر نہ ہوں تو بزرگوں سے ان کے حق میں دعا کرانی چاہیے۔ تیسری بات اس حدیث سے واضح ہو رہی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ جب حضور کی زبان اقدس سے اپنی والدہ کی ہدایت کے بارے میں دعائیہ کلمات سے مشرف ہوئے تو فوری طور پر اس یقین کے ساتھ گھر آئے کہ والدہ ہدایت سے شاد کام ہو چکی ہو نگی۔ حضور کے معجزانہ کلمات کی دروازہ پر ہی پذیرائی دیکھ لی۔ پھر جب دروازہ کھلا۔ فوری طور پر بارگاہ مصطفیٰ میں اپنی والدہ کے اسلام لانے کی اطلاع دی تو حضور نے عالم حمد و تشکر کے ساتھ ساتھ استقامت کی دعا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نو مسلم کے لیے استقامت علی الاسلام کی دعا کرنا سنت مصطفیٰ ہے نیز یہ بھی پتہ چلا کہ کامل ایماندار حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کسی سے بھی نازیبا کلمات سننا گوارا نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی ہی محبت سے نوازے۔ آمین

دوربین نگاہیں

بخاری شریف سے صاحب مشکوۃ نقل فرماتے ہیں جس کی شرح کچھ اس طرح ہے کہ غزوہ موتہ جو آٹھ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی میں لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار اور مدمقابل ہرقل کی رومی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اس فوج کو جب نبی اکرم ﷺ روانہ فرمانے لگے تو ازخود ہی اس ترتیب سے سپہ سالار مقرر فرمادیئے جیسے مستقبل میں ہونے والے تھے آپ نے فرمایا سب سے پہلے سپہ سالار لشکر اسلام زید بن حارث ہوں گے پھر جعفر ابن ابی طالب' ان کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ چنانچہ جنگ موتہ میں یہ حضرات یکے بعد دیگر شہید ہو رہے تھے اور یکے بعد دیگرے جھنڈے لہرا رہے تھے اور سینکڑوں میل دور نقشہ جنگ' مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے حضور اس طرح بیان فرما رہے تھے جیسے سب کچھ آئینہ نظر ہے اور حقیقتاً چشم نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔ حدیث کے کلمات مبارکہ ملاحظہ فرمایئے اور اپنے ایمان کو تازگی بخشئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال نعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم زیدا" وجعفرا" وابن رواحۃ للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب ثم اخذ جعفر ثم اخذ ابن رواحۃ فاصیب و عیناہ تذرفان حتی اخذ الرایۃ سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن الولید حتی فتح اللہ علیھم (رواۃ البخاری)

نبی کریم ﷺ نے حضرت زید' حضرت جعفر' ابن رواحہ کی شہادت کی خبر لوگوں کو سنائی' ان کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے اور (عین اس وقت

جب دنوں لشکر آمنے سامنے تھے حضور کیفیت جنگ اس طرح بیان فرما رہے تھے) کہ لو زید شہید ہو گیا اب جھنڈا جعفر طیار نے اٹھا لیا۔ لو وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب جھنڈا ابن رواحہ نے تھام لیا لو وہ بھی شہید ہو گئے اور ساتھ ہی آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں حتی کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پکڑ لیا۔ یعنی حضرت خالد بن ولید نے اور انہیں کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح سے نوازا۔

(ف) آج جدید دور میں جو کام وائرلیس سیٹ' ریڈار اور مواصلاتی طیاروں کے ذریعہ لیا جا رہا ہے چودہ سو سال قبل اس سے بھی عمدہ کام حضور اکرم ﷺ اپنی خداداد دوربین نگاہوں سے لیتے ہوئے جنگی حالات کی کیفیت من و عن بیان فرماتے رہے۔ یہ بات سوائے معجزہ کے ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ علوم مصطفےٰ کے کمالات کا ایک کرشمہ ہی تو ہے۔ خیال رہے کہ جنگ موتہ میں تین ہزار کے لشکر اسلام نے ایک لاکھ رومیوں پر عظیم الشان فتح پائی۔ افسوس کہ آج مشرق وسطیٰ کے پانچ کروڑ مسلمان بیس لاکھ اسرائیلیوں سے خوفزدہ ہیں یہ عشق مصطفیٰ کے فقدان کے سبب سے ہے۔ صحابہ کرام میں قوت ایمانی بھی تھی اور عشق مصطفیٰ کی فراوانی بھی سچ ہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

بھیڑیے کی شہادت

مشکوۃ شریف میں بروایت شرح السنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک ریوڑ سے ایک بکری اٹھا کر بھاگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا حتیٰ کہ اس بھیڑیے سے بکری کو چھڑا لیا۔ پھر بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور دم دبا کر بیٹھ گیا پھر اس نے انسان کی طرح گفتگو کرتے ہوئے کہا' میں نے روزی کا ارادہ کیا' جو مجھے اللہ تعالیٰ نے دی۔ میں نے اسے لے لیا۔ پھر تو نے مجھ سے چھین لیا۔ اس پر بڑے تعجب سے چرواہا بولا! اللہ کی قسم میں نے آج تک ایسا واقعہ کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ تو بھیڑیا بولا۔ اس سے بھی عجیب و غریب یہ بات ہے کہ ایک شخص دو پہاڑوں کے درمیان کھجور کے باغات میں ساری گزشتہ اور آئندہ کی باتوں کی خبر دے رہا ہے۔ چرواہا یہودی تھا وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کو اوپر کے واقعہ کی خبر دی اور نعمت ایمان سے سرفراز ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ قریب ہے کہ ایک شخص نکلے گا وہ خود نہیں بولے گا حتیٰ کہ اس کا جوتا اور اس کی لاٹھی اسے ان باتوں کی خبریں دے گا جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کی ہوں گی۔ حدیث کے اصل کلمات ملاحظہ فرمائیے:

عن ابی ھریرۃ قال جاء ذئب الی غنم فاخذ منھا شاۃ فطلب۔ الراعی حتی انتزعھا منہ قال فصعد الذئب علی تل فاقعی واستذفر و قال قد عمدت الی رزق رزقنیہ اللہ اخذتہ ثم انتزعتہ منی فقال الرجل تا اللہ ان رایت کالیوم ذئب یتکلم فقال الذئب اعجب من ھذا رجل فی

النعلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن بعدکم قال فکان الرجل یهودیا" فجاء الی النبی صلی الله علیه وسلم فاخبره واسلم فصدقه النبی صلی الله علیه وسلم ثم قال النبی صلی الله علیه وسلم انها امارات بین یدی الساعة قد اوشک الرجل ان یخرج فلا یرجع یحدثه نعلاه و سوته بما احدث اهله بعده (مشکوۃ المصابیح رواہ شرح السنہ)

اب اس حدیث شریف سے جن معجزات کا ظہور ہو رہا ہے ایک نظر

ملاحظہ فرمایئے۔ نبی اکرم ﷺ کی عظمت و برتری کی گواہی بھیڑیے جیسا درندہ بھی دے رہا ہے اور وہ انسان جو عظمت مصطفیٰ کا قائل نہیں وہ درندے سے بھی گیا گزرا ہے۔ ایسے ہی انسان نما حیوان کی بابت قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے: کالانعام بل هم اضل وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

۲۔ شان و شوکت ﷺ وہ یہودی بھیڑیے کی زبان سے سنتا ہے اور بغیر کسی جرح و تعدیل کے تسلیم کرتا ہوا بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہو جاتا ہے' یہاں راوی کے ثقہ' کمزور صادق و کاذب یا متروک ہونے کی بحث نہیں یہاں تو ایک طرف یہودی ہے ایک طرف بھیڑیا ہے اور علوم مصطفیٰ ﷺ موضوع ہے مگر وہ مسلمان کتنے بدنصیب ہیں جو قرآن سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ احادیث سامنے آئیں تو رجال پر بحث کرتے ہیں۔ اس حدیث سے پتہ چلا حقیقتاً" انسان وہی ہے اگر اس کے سامنے بھیڑیا بھی شان و عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار کرے تو فوری طور پر سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا آدمی جب گھر سے باہر جائے گا تو اس کا جوتا اور اس کی لاٹھی اسے گھروں کی کیفیت سے آگاہ کرے گا۔ اس میں یہ نہیں کہ وہ جوتا جو اس نے دوران سفر پہنا ہوا ہے یا وہ لاٹھی جو اپنے ساتھ سفر میں تھی بلکہ اس میں آج کے زمانے کی طرف اشارہ فرمایا' لہٰذا آج جو جاسوسی کے سائنسی آلات تیار ہوئے ہیں' وہ اتنی چھوٹی سی مقدار اور حجم میں ہوتے ہیں کہ وہ ان کو اپنی جوتی یا لاٹھی میں بھی سیٹ کیا جا سکتا ہے' کیسٹ' ریکارڈ' وی سی آر' ویڈیو اور آلات جاسوسی کو آج انسان کی ہر حرکت کو ریکارڈ کیا جا سکتا ہے۔ آواز اسے اس حالت میں سنائی جا سکتی ہے کہ وہ مجرموں کی طرح ساکت و حامد اپنی تمام حرکات و سکنات کو دیکھ دیکھ کر یا خوش ہو رہا ہوتا ہے یا مجرموں کی طرح ندامت سے سر نیچے کئے ہوئے۔ گویا کہ یہ زمانہ قریب قیامت کی نشاندہی پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم۔

انگلیوں سے چشمے جاری ہو گئے

بخاری شریف باب علامات نبوت میں حضرت سالم بن الجعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ پانی کے لئے آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا۔ عرض کیا آپ کے پاس جو پانی ہے اس کے سوا پورے لشکر میں نہ وضو اور نہ ہی پینے کے لیے پانی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل پر رکھا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل پڑے' ہم نے پانی لیا اور وضو کیا۔ خوب

سیر ہو کر پیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا آپ اس دن کتنے تھے۔ انہوں نے جواب دیا ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔ انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا معجزہ متعدد بار ظہور پزیر ہوا۔ مختلف اوقات میں مختلف تعداد نے پیاس بجھائی۔ اپنے جانوروں کو سیراب کیا اور پھر دفاعی طور پر محفوظ بھی کیا۔ کئی صحابہ کرام نے وضو وغیرہ بھی کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت انس بن مالک' حضرت عبداللہ ابن مسعود' حضرت ابو ﷺ انصاری' حضرت زید بن حارث صدائی اور حضرت ابو عمرہ انصاری رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ ان روایات کو بیان کرنے والوں میں شامل ہیں۔

شیر کی اطاعت

حضور اقدس ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ بیان فرماتے ہیں کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا وہ کشتی ٹوٹ گئی میں ایک تختے پر بیٹھ گیا اور ایک جنگل میں جا نکلا' جس میں شیر تھے۔ ناگاہ ایک شیر آیا۔ میں نے کہا اے ابوالحارث (یہ شیر کی کنیت ہے) میں رسول کریم ﷺ کا آزاد شدہ غلام سفینہ ہوں یہ سنتے ہی شیر دم ہلاتے ہوئے میرے پاس آیا اور پھر میرے ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راستے پر لے آیا پھر اس نے ہلکی سی آواز نکالی۔ میں سمجھا مجھے الوداعی کلمات کہہ رہا ہے۔ (خصائص الکبریٰ جلد ۲ ص ۶۳)

بت بول اٹھے پڑھنے لگے کا شجر بھی

جس طرح حیوان حضور سید عالم ﷺ کے امر کے مطیع تھے' اسی طرح نباتات بھی آپ کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ درختوں کا خدمت اقدس میں آنا' سلام کرنا' آپ کی رسالت کی گواہی دینا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب میری طرف وحی بھیجی گئی تو میرا گزر جس پتھر یا درخت پر ہوتا وہ یوں سلام عرض کرتا: **السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم**۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک دیہاتی اعرابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ میں کیسے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں اس کھجور کے درخت کی شاخ کو بلاؤں تو کیا میری رسالت کی گواہی دو گے؟ اس نے کہا ہاں پس آپ نے شاخ کی طرف اشارہ کیا وہ شاخ درخت سے (از خود) الگ ہوئی اور زمین پر گری۔ پھر سجدے کرتی ہوئی آپ کی خدمت اقدس میں آکھڑی ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ واپس جاؤ۔ وہ واپس اپنی جگہ چلی گئی۔ یہ دیکھتے ہی اس اعرابی نے کلمہ پڑھا اور دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل' امام بخاری' امام دارمی ترمذی' حاکم' بیہقی' ابو نعیم' ابو یعلی اور حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ حاکم ترمذی نے صحیح کہا۔ نیز امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے خصائص الکبری جلد دوم میں تحریر فرمایا:

(فائدہ): سبز درخت سے لکڑی کا زندہ ہونا تعجب کی بات نہیں۔ قرآن کریم میں مردہ گائے کا ایک ٹکڑا مردہ انسان کو مارنے سے زندہ ہو جانا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جانوروں کو قیمہ شدہ ہونے کی ہیئت میں پکارا اور ان کا زندہ ہو کر آپ کی طرف دوڑتے ہوئے حاضر ہونا اسی قبیل سے ہی شمار کیا جائے گا۔ نباتات کی طرح حضور اقدس ﷺ کے زیر فرمان جمادات بھی تھے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے حضور سید عالم نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ مکہ مکرمہ کے نواح میں لائے' میں نے دیکھا جو بھی درخت یا پہاڑ آپ کے سامنے آتا وہ عرض گزار ہوتا السلام علیک یا رسول اللہ! ﷺ۔ حضور سید عالم ﷺ کے معجزات حدوعد سے باہر ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ کا وجود مسعود سراپا معجزات کا مرقع تھا۔

جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

اس دور کے معروف بین الاقوامی عالم حسن البنا شہید مصری بانی جماعت اخوان المسلمون مصر' عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں شمولیت کا ایک نہایت ہی پر درد' روح پرور' ایمان افروز واقعہ اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں' جسے پاکستان میں ابو الاعلیٰ مودودی کے دست راست جناب خلیل احمد حامدی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا اور اسلامک پبلی کیشنز لاہور نے "حسن البنا شہید کی ڈائری" کے نام سے کتاب کو شائع کیا' ایک مثالی کردار کے عنوان کے تحت صفحہ ۱۹۶' ۱۹۷ پر یوں بیان کرتے ہیں۔

"مجھے یاد ہے کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو یکم ربیع الاول سے لے کر ۱۲ ربیع الاول تک معمولاً" ہر رات ہم "حصافی اخوان" میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد کرتے اور میلاد النبی ﷺ کا جلوس بنا کر باہر نکلتے' اتفاق سے ایک رات برادرم شیخ شلبی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آ گئی' ہم عادۃ عشاء کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے' دیکھا پورا مکان خوب روشنیوں (چراغاں) سے جگمگا رہا ہے۔ اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ و پیراستہ کیا جا چکا ہے۔ شیخ شلبی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت اور قہوہ اور خوشبو پیش کی۔ اس کے بعد ہم جلوس بن کر نکلے اور بڑی مسرت و انبساط کے ساتھ مروجہ مناقب' اور نظمیں (میلادیہ نعتیں) پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ شلبی الرجال کے مکان پر واپس آ گئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے۔ جب اٹھنے لگے تو شیخ شلبی الرجال نے بڑے لطافت آمیز اور ہلکے پھلکے تبسم کے ساتھ اچانک اعلان کیا کہ "ان شاء

اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تاکہ "روحیہ" کی تدفین کرلی جائے"۔

روحیہ شیخ شلبی کی اکلوتی بچی ہے' شادی کے تقریباً" گیارہ سال بعد اللہ تعالٰی نے شیخ کو عطا کی ہے' اس بچی کے ساتھ انہیں اس قدر شدید محبت و وابستگی ہے کہ دوران کام بھی اسے جدا نہیں کرتے۔ یہ بچی نشوونما پاکر اب جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔ شیخ نے اس کا نام روحیہ تجویز کر رکھا ہے کیونکہ شیخ کے دل میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔ شیخ کی اس اطلاع پر ہم بھونچکے رہ گئے۔ عرض کیا۔ "روحیہ کا کب انتقال ہوا""؟ فرمانے لگے۔ "آج ہی! مغرب سے تھوڑی دیر پہلے"۔ ہم نے کہا آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ اطلاع کر دی۔ کم از کم میلاد النبی ﷺ کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالتے۔ کہنے لگے جو کچھ ہوا' بہتر تھا۔ اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہو گئی اور سوگ مسرت میں تبدیل ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالٰی کی کوئی اور نعمت درکار ہے؟ سچ فرمایا اعلٰی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

(حسن البنا شہید کی ڈائری)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں' عشرہ مبشرہ اور السابقون الاولون میں شامل ہیں' سید عالم ﷺ کے رفقاء خاص میں آپ ممتاز مقام پر فائز تھے' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ میں وہ خلفاء رسول کریم ﷺ کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ آپ ہی کے فیصلہ اور ایثار کے باعث حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ الرسول اور امیرالمومنین منتخب ہوئے۔ ۳۲ھ کو پچھتر برس کی عمر شریف میں وصال پایا' ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قبل از وصال' نبی کریم ﷺ کے روضہ پاک میں دفن کرے کی پیش کش فرمائی تو آپ نے فرمایا۔ "مجھے حضور ﷺ کے پاس لیٹنے سے شرم آتی ہے لہٰذا جنت البقیع میں دفن کیا جائے"۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی' نبی کریم ﷺ کے شہزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ ہی قبر میں دفن کیئے گئے اور معلم الامتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے پڑوسی اور رفیق خاص تھے بعد از وصال انہیں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا گویا کہ وہ عالم دنیا و عالم برزخ میں

منازل قرب سے شاد کام ہوئے' ان گنت خوبیوں کے مالک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں نے یمن کا سفر بارہا کیا اور ہمیشہ عسکلان بن عواکن حمیری کے پاس قیام کرتا تھا اور وہ مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جس کا چرچا لوگون میں ہو' اس کا لوگ تذکرہ کرتے ہیں' کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو تمہارے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہو"۔ میں اس کا جواب نفی میں دیتا رہا' جس سال آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے آپ کا بیان ہے کہ اس سال میں پھر یمن گیا اور اسی کے پاس ٹھہرا اور مجھ کو آنحضرت ﷺ کی بعثت کا علم بالکل نہ تھا' اس زمانہ میں وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اونچا سننے لگا تھا۔ میری اطلاع ہونے پر وہ باہر آیا' پٹی باندھی اور تکیہ لگا کر بیٹھا اس کے اردگرد اس کے لڑکے پوتے سب جمع ہو گئے۔ مجھ سے میرا نسب نامہ پوچھا۔ میں بیان کرتا کرتا جب زہرہ پر پہنچا تو اس نے کہا ٹھہر جا' کیا میں تم کو ایسی بات کی اطلاع نہ دوں جو تجارت سے بہتر ہو' آپ نے جوابا" کہا کہ آپ ضرور ایسا کیجئے۔

اس نے کہا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے پہلے مہینہ میں تمہاری قوم (قریش) میں ایک رسول مبعوث کیا ہے اور اس کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے اور اس پر کتاب اتاری ہے اور اس کتاب پر عمل کرنے والوں کے لئے ثواب مقرر کیا ہے۔ اس کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بتوں (یعنی اللہ کے سوا سب کی) پرستش سے منع کرتا ہے اور دعوت اسلام دیتا ہے۔ اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور خود بھی اچھے کام کرتا ہے اور بیہودہ باتوں سے منع کرتا ہے

اور ان کو مٹاتا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلہ سے ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ نہ قبیلہ ازد سے ہے اور نہ شالہ سے وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم اس کے ننھالی رشتہ دار ہو اور آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے عبدالرحمٰن! اس بات کو تم پوشیدہ رکھو اور جلد واپس جاؤ اور ان سے جا کر ملو اور ان کی دلدہی کرو اور میری طرف سے یہ التماس نامہ پیش کر دینا۔

اشهد باالله ذی المعالی
فالق اللیل و الصباح

گواہ بناتا ہوں اللہ بڑائی اور بزرگی والے کو جو رات دن کا ظاہر کرنے والا ہے۔

انک ذو السر من قریش
یا ابن المفدی من الذباح

بے شک آپ قریش میں رازدار ہیں۔ اے اس شخص کے بیٹے! جس کی قربانی کا فدیہ دیا گیا ہے۔

ارسلت تدعوا الی یقین
و یرشد للحق والفلاح

رسول بنا کر بھیجے گئے' یقینی باتوں کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں اور حق دار اور بھلی باتوں کی ہدایت کرتے ہیں۔

اشهد باالله رب موسی
ان ارسلت باالمطاح

قسم ہے موسیٰ علیہ السلام کے رب کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک

بطحا میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

فکن لی شفیعا الی ملیک
یدعوا البرایا الی الفلاح

ہو جایئے شفیع اس مالک کے دربار میں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار مجھ کو یاد ہو گئے اور میں سفر سے بعجلت تمام واپس آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جن کے ساتھ میرے مراسم محبت پہلے سے تھے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اسلام لانے کی تحریک کی اور مجھ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حضرت خدیجہ کے گھر لے آئے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جسے کو دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ایک امانت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک مرسل نے پیغام بھیجا ہے وہ مجھ کو پہنچا دو میں نے اشعار یاد کر لئے تھے اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

(سیرت نبویہ علامہ زینی دحلانی مکی ص ۱۷ ج ۱)

تقریر نور

میلاد النبی ﷺ کا انقلاب آفریں پیام

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
ابداً وَ عِلْمِیْ اَنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

یہ نورانی مجلسیں' یہ روحانی بزم آرائیاں' یہ محامد و محاسن کی پرنور محفلیں' یہ جشنِ مسرت و شادمانی' عظیم و الشان جلسے جلوس' یہ انعامی تقریبات اور اطراف و اکناف عالم سے روح پرور درود و سلام' نعت و مناقب' نغموں اور ترانوں کی گونج نیز رسائل و جرائد' اخبارات کے خصوصی ایڈیشن' صرف اور صرف اس محسنِ کائنات فخر موجودات' ہادی سبل ختم الرسل رحمۃ للعالمین' خاتم النبین' شفیع المذنبین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت کی جاودانی ساعتوں کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنا ہے' جنھوں نے انسانی تمدن کی کایا پلٹ دی۔ گری ہوئی انسانیت کو تھاما اور اسے اس کی حقیقی منزل تک پہنچایا۔ اخلاق کا ایک ضابطہ اور تہذیب کا ایک دستور مرتب کیا' انصاف کی حدیں مقرر کیں' انسان کو صالح فطرت کی طرف پلٹ آنے کی عالمگیر دعوت دی جس نے ایک خدا وحدہ لا شریک کی عبادت کی بنیاد پر عالمگیر اتحاد کا پروگرام پیش کیا۔ جس نے ہمیشہ ان دروازوں کو بند رکھا جن سے نفاق و

اختلاف کی ہوا آ سکتی تھی یہی وہ ذات مقدس ہے جس نے ذہن و فکر میں پہلی بار انسانی برادری کو بنیادی حقوق کی نگہداشت کا سبق پڑھایا۔ اتحاد، اتفاق اور ربط و تعلق کے رشتے کو استوار کرنے کا احساس پیدا کیا۔ آج دنیا کی بستی بستی میں حریت کے جو ساز بج رہے ہیں وہ درحقیقت اس بحر بے کنار کے فیض و کرم کا ایک قطرہ ہے جس نے دنیا کے ہر انسان کو صرف ایک اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بننے کا پیغام دیتے ہوتے ارشاد فرمایا۔ کالے کو گورے اور عربی کو عجمی پر کوئی شرف حاصل نہیں ہے، سب آدم کے بیٹے ہیں جن کا خمیر مٹی سے ہوا۔ یہ انقلابی تحریک، یہ تہذیبی دعوت، یہ اخلاقی مشن، یہ روحانی ضابطہ، اسلام کے نام سے اس دور میں دیا جس میں ہر بشر، ہر قوم ہر ملک جہل و شرک کے اندھیروں میں میں بھٹک رہا تھا۔ ظلم و بے انصافی کی تاریکی میں مبتلا انسانیت کے لیے چراغ راہ بنا اور پھر اس کی روشنی میں اسے زندگی کی پر پیچ راہیں نظر آئیں۔ انسانوں کو اپنا راستہ اور اپنی منزل تعین کرنے میں سہولت ہوئی ظلم و بے انصافی کی حیثیت منقلب ہوئی اور علم کی راہیں کھلیں۔ انسان کے کچلے ہوئے دل و دماغ کو سکون نصیب ہوا اور ایک ایسے معاشرے کی تعمیر شروع ہوئی جس میں محنت و سرمایہ کی کوئی کشمکش نہ تھی، رنگ و نسل کا فساد نہ تھا۔ برتری و کہتری کا کوئی فتنہ نہ تھا۔ وطن و قومیت کا کوئی جھگڑا نہ تھا، ہر مرد ہر عورت، ہر بچہ، ہر کنیز، ہر غلام، ہر مزدور اپنے جائز اور صحیح حقوق کی ادائیگی کا خوگر تھا۔ خیال تو کیجیے آج رسل و رسائل کے ذرائع اتنے کثیر اور وسیع ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کی خبر چند سیکنڈ کے اندر پوری دنیا میں پھیلائی جا سکتی ہے لیکن پروپیگنڈہ کی جدید سائنسی تکنیک نہ ہونے کے باوجود محسن کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی انقلابی دعوت (اسلام) نے پوری دنیا کی تہذیب و تمدن کو

بالکل مختصر سی مدت میں متاثر کر دیا۔ جس کی مثال نہیں ملتی' یورپ' افریقہ' ایشیا کی تمام تہذیبیں اور قومیں اسلام کی مقناطیسی کشش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں' سورج جب بھی نکلتا ہے تو روشنی سے فرار ناممکن ہو جاتا ہے اور جب سراج منیر چمکا تو کفر کے اندھیروں نے اپنی راہ لی۔

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

مگر نہایت دکھ کی بات ہے کہ آج اس محسن اعظم ﷺ کی امت افتراق و انتشار کا شکار ہے ماڈرن تہذیب' غیر اسلامی تمدن کو حرز جان بنائے ہوئے ہے۔ سامان تعیش کی بھرمار میں دین کو چھوڑ' دنیا اور روحانیت سے منہ موڑ کر۔ مادیت کی محبت میں مستغرق' اپنوں سے دشمنی' اغیار سے دوستی کی پینگیں بڑھائی جا رہی ہیں۔ اتفاق و اتحاد' اخوت و الفت' حبّ و مودت' ایثار و قربانی کی جگہ حسد' بغض' عداوت' دشمنی کینہ' نفاق غیبت کا دور دورہ ہے' مصائب و آلام شکست و ذلت' نکبت و پستی ہمارا نشان بن چکا ہے۔ اسلاف کے کارناموں کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ کشمیر و فلسطین' قبرص' افغانستان' لبنان' بوسنیا اور چیچنیا کے مظلوم و نہتے مسلمانوں کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے امن پسند مسلمانوں کی عزت و آبرو کو لوٹ کر صرف اس لیے بے دردی سے شہید کر دیا جاتا ہے کہ یہ محسن اعظم تاجدار مدینہ کے نام لیوا اور توحید کے پرستار ہیں۔ مشرقی پاکستان کو اسی دشمنی کی بنا پر غداران ملک و ملت نے بنگلہ دیش کے نام سے بدل کر رکھ دیا ہے' دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی زندگیاں بے چینی سے گزر رہی ہیں۔ غور کا مقام ہے' آخر وجہ کیا ہے؟ یہی اور صرف یہی کہ ہم نے خدا اور رسول کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور

بیگانوں سے لو لگالی' اتنی شکستوں کے بعد بھی ہم خواب غفلت میں پڑے عیش و عشرت میں پیہم مصروف ہیں' دشمنانِ اسلام ہر طرف سے حملہ آور ہے الحاد و دہریت' اشتراکیت و عیسائیت اور مذہب سے دوری کی بمبارمنٹ ہو رہی ہے مگر ہم ہیں کہ بیدار ہونے کا نام تک نہیں لیتے آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ مسلمانو! خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر دین متین کی خدمت کے لیے کمربستہ ہو جایئے اپنی قدر و منزلت پہچانیئے اسلاف کی یاد تازہ کیجئے۔ مادی و فانی ترقی کو روحانی سرفرازی پر ترجیح مت دیجئے۔ اپنے بزرگوں کی باتوں پر کان دھریئے اور ان پر عمل پیرا ہو جایئے۔ یاد رکھیئے! جب دنیاوی غلامی کی زنجیریں توڑ کر روحانی پٹکا گلے میں سجالو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا تمغہ جرأت تمہارے زیبِ گلو ہو گا۔ اے بادہ کشانِ غفلت! سلطانِ رحمت کی بارگاہ کے دروازے کھل گئے اب صرف ایک حرفِ ندامت' ایک عذر شرمسار اور بھیگی ہوئی پلکوں کا صرف ایک چمکتا ہوا قطرہ دل کی طہارت کے لیے کافی ہے۔ اے گیتی کے روسیاہ مدہوشو! آؤ چشمہ نور میں غوطہ لگالو جو تمہاری نظر کے نشانے پر بہہ رہا ہے گیارہ ماہ کے بعد روحانی برکات کا یہ سہانا موسم اسی لیئے آیا ہے کہ تمہارے چہرے کا غبار دھل جائے اور رحمتِ خداوندی کی موسلادھار بارش میں تمہارا دامن نکھر جائے۔ اے خفتگانِ شبِ ملامت! دنیا کی بڑی بڑی امید گاہوں سے تم نے لو لگا کر دیکھ لیا۔ فرصت ہو تو پل بھر ذرا حافظہ پر زور دے کر یاد کرو تم نے مادی اقتدار کی چوکھٹوں پر اپنی کتنی فریادیں ضائع کر دیں۔ وقت کے روٹھے ہوئے فرعونوں کو منانے کے لیے تمہیں کتنی بار اپنی سطح مرتفع سے نیچے اترنا پڑتا۔ لیکن سچ بتایئے ان ساری منتوں' ساجتوں اور خوشامدوں کے بعد ذلتوں کی شکست اور نامرادیوں کی ٹھوکر کے سوا کوئی چیز تمہارے ہاتھ آئی؟

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا!

پیہم فریب کی چوٹ کھانے والو! اب تو پلٹ آؤ اس رحمت حق کی طرف جس نے اپنے امیدواروں کو کبھی مایوس نہیں کیا اور جو پلکوں کا آنسو دامن میں جذب ہونے سے پہلے اپنے فریادی کے دل کی پکار سن لیتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں!
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

ربیع الاول! کا یہ مقدس مہینہ جو ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے یہ مایوس چہروں کے نکھرنے کا بہترین موسم ہے' قدم قدم پر رحمت و غفران کی جو نہریں بہہ رہی ہیں ان سے اب بھی اگر ہم نے اپنے روح کی تشنگی نہیں مٹائی تو اس کے بعد پھر کوئی ایسا دلنواز موسم نہیں آئے گا۔ آیئے! ربیع الاول کے رحمت بھرے شب و روز کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے رب کے حضور اپنی غفلتوں کی گہری نیند میں ہم نے جتنی خطائیں کی ہیں' معاف کرائیں اور اپنے خالی دامن کو بارگاہ بے کس پناہ میں پھیلا دیں تاکہ دین و دنیا کی کامرانیوں اور کامیابیوں سے مالا مال ہو سکیں۔ اس ماہ مبارک کی ایک ایک ساعت کی عزت و حرمت کا خیال رکھیں کیوں کہ اس ماہ مبارک کی ۱۲ تاریخ کو تاجدار عرب و عجم محسن کائنات' فخر موجودات' باعثِ ایجاد عالم نبی مکرم' نورِ مجسم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً کا راز تابش کھل گیا
جب جہاں میں سرور دنیا و دیں پیدا ہوئے

جن کی تشریف آوری سے قبل انسانیت اندھی تھی' اخلاق بہرا تھا'

انسانی کردار مفلوج ہو کر رہ گیا تھا چہار جانب کو وحشت و بربریت کے طوفانوں نے اپنی لپیٹ میں یوں دبا رکھا تھا جیسے نزع کے آخری ہچکی' یاس و نامیدی کے بادل فضائے عالم پر چھا چکے تھے۔ پھر وہ آفتاب عالم طلوع ہوا جس کی تابندگی سے شب کی سیاہی نورِ سحر میں تبدیل ہو گئی ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف رحم و ہمدردی نے لے لی۔ تشنگانِ لہو کی لبوں پر صلح و آشتی کا پیغام نغمہ ریز ہوا۔ تلوار کے قبضہ پر رکھنے والے ہاتھ تعلیم و اخلاق کے لئے میدانِ عمل میں نکلے ایک مختصر سے عرصہ نے زمانہ کے غبارِ وحشت کو بارانِ رحمت میں تبدیل کر دیا۔ کانٹے پھول بن گئے اور کلیاں مسکرا اٹھیں۔۔:

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں!
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو!

ماہ ربیع الاول کی ان ہزار ہاصد مبارک ساعتوں میں انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کا یوم ولادت مسلمانانِ عالم کے لیے جہاں انتہائی مسرت و شادمانی کا گہوارہ ہے وہاں ایک ضابطۂ حیات کا ترجمان بھی ہے اور وہ ضابطۂ حیات عدل و مساوات تنظیم و اتحاد' علم و عمل اخلاق و محبت ایسے زرّیں اصولوں سے بھی عبارت ہے جس کا دوسرا نام "اسلام" ہے۔ ذرا ماضی کی طرف نگاہ لے جائیے اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی زندگی جس تنگی اور عسرت سے گزری وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ان کے پاس نہ کوئی دولت تھی اور نہ ہی شاہی محلّات بنگلے اور کوٹھیاں تھیں۔ لیکن اس فقر و فاقہ میں بھی ان کو سکونِ قلب' تسکینِ روح' سرورِ زندگی اور راحتِ جگر کی لافانی دولت حاصل تھی۔ اس لئے کہ وہ اس عارضی نشوونما' فانی شان و شوکت' غیر یقینی جاہ و حشمت کے مقابلہ میں دائمی مسرت ابدی کیف و مستی اور غیرفانی زندگی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور

جب ان کی پُر شوق نگاہیں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ لیتیں تو زندگی بھر کی رعنائیاں سمٹ کر ان کے دامنِ مراد میں پھیل جاتی ہیں اور وہ نشہ عشق و محبت سے سرشار ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر اس حسنِ لازوال کا مشاہدہ کرتے تو نہ انہیں بھوک لگتی اور نہ ہی پیاس محسوس کرتے بلکہ دنیا کی ہر چیز بھول جاتے کیوں کہ جمالِ یار کو دیکھنا ہی ان کے نزدیک سب سے بڑی نعمت تھی۔

مغزِ قرآن، جانِ ایماں روحِ دیں
ہست حبِّ رحمۃً للعٰلمین

لیکن ان کی غربت، تنگی و عسرت کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے فرعونی دماغ رکھنے والے کافر، اسلام و پیغمبر اسلام کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل سمجھ لیتے کیوں کہ دولت کے نشے اور سرمایہ داری کے جنون اور امارت کے غرور نے ان کی آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہریں لگادی تھیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک حق و صداقت کا معیار ہی بدل گیا تھا اور ان کا عقیدہ تھا کہ غریب اور مفلس انسان خدا کی رحمت کا سرے سے حق دار ہی نہیں، حق و صداقت کے معیار کو طہارت قلب، تزکیۂ نفس، اتقاء اور پرہیز گاری کی بجائے سرمایہ داری، جاگیرداری، ظاہری شان و شوکت اور عارضی جاہ و حشمت سمجھتے تھے اور اسی بنا پر خاتم النبین ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے، نیز ان کا مقولہ تھا۔ اگر خدا نے کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہی تھا تو مکے کے کسی بڑے سردار کو نبوت عطا فرماتا آخر یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے جو ٹوٹے ہوئے حجرے میں رہتا ہے۔ کھجور کی چٹائی پر مسند لگاتا ہے، پھٹے ہوئے کپڑے زیب تن ہوتے ہیں اور دعوی کرتا ہے ساری خدائی کے نبی ہونے کا۔ اگر یہ نبی ہوتا تو اس کے پاس سونے چاندی کے خزانے ہوتے، لعل و جواہرات کے ڈھیر اور سنہری محلات ہوتے۔ جب ان کا غرور و تکبر

اور تعصب، حد سے بڑھ گیا تو پھر غیرتِ حق نے پکار کر کہا۔ میرے محبوب کی نبوت کو سونے چاندی کے خزانوں، لعل و جواہرات کے ڈھیروں ریشمی لباسوں اور سنہری محلاّت میں تلاش نہ کرو بلکہ میرے محبوب کی نبوت کو اگر دیکھنا ہو تو کسی یتیم کے ٹوٹے ہوئے دل میں دیکھو۔"

آہستہ آہستہ زمانے نے کروٹ بدلی تو وہی دلق پوشوں کی مقدس جماعت، فاقہ مستوں کا متبرک گروہ اور صحرانشینوں کا نورانی ٹولہ ساری دنیا کے لیے امن و سلامتی، عدل و انصاف۔ لطف و کرم کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا اور پھر وہی تنگی و عسرت اور فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرنے والے دنیا کے تاجدار ہوئے۔ آج دنیا کے نفس پرست اور ننگِ اِنسانیت حکمران اقتدار کے بھوکے سیاسی لیڈر آئے دن اعلان کرتے رہتے ہیں کہ غریبو! ہم تمہارے لیۓ ہیں۔ امریکہ کی نام نہاد جمہوریت اور روس کی نسل انسانی کو تباہ کر دینے والی آمریت (اشتراکیت) بھی غریبوں کی حمایت کی مدعی ہے۔ مگر یہ سب دھوکہ ہے فریب کاری ہے مکّاری اور عیاّری ہے ایسے اعلانات و بیانات میں صداقت کا نام تک نہیں اس لیے کہ آج تک کسی نے اس کا عملی ثبوت مہیّا نہیں کیا۔ کوئی پری پیکر کار میں بیٹھ کر، کوئی ہوائی جہاز میں پرواز کر کے، کوئی ایر کنڈیشنڈ کوٹھیوں اور بنگلوں کی مسحور کن فضاؤں میں بدمست غریبوں سے ہمدردی کا اعلان کرتا ہے مگر غریب کے آنسوؤں نے بھیگی ہوئی پلکوں سے دیکھا تو اسے موجودہ ترقی یافتہ دور میں ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آئی۔ پھر حسرت بھرے دل سے مدینہ طیبہ کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے دیکھا کائنات کا ہادی زمین و آسمان اور کون و مکان کا شہنشاہ، عرب و عجم کا تاجدار کونین کا والی ایک ٹوٹے ہوئے حجرے میں کھجور کی ایک پھٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھا، پیٹ پر پتھر باندھے یوں دعا کر رہا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْناً وَّاَمِتْنِيْ مِسْكِيْناً وَّاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ (مشکوۃ ص ۴۴۷) الٰہی مجھے مساکین میں زندہ رکھ اور مسکینی میں ہی وصال عطا فرما اور بروز حشر مساکین کو میری ذات سے مشرف فرما۔ یہ سن کر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض گزار ہیں۔ کملی والے آقا آپ مولائے کل اور محبوب رب العالمین ہو کر ایسی دعا فرماتے ہیں! آپ نے جواباً" نوازا حبیبہ حبیب خدا غریب و مساکین قیامت کو امیروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ اور پھر امام الانبیاء ﷺ نے الفقر فخری کی عملی تصویر دنیا والوں کے سامنے اس طرح پیش فرمائی کہ اگر کوئی غریب امتی دو روز سے بھوکا ہے تو محبوب خدا کے پیٹ پر پتھر دیکھا جاتا ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا!
سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی!
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں غریبوں کو نفرت اور حقارت سے دیکھا جاتا ہے لیکن دولت و ثروت سرمایہ داری و جاگیرداری کے نشے میں سرمست اور متکبر انسان یہ بھی نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد جتنی زمین کسی بڑے سے بڑے صنعت کار اور امیر کو ملتی ہے اتنی ہی غریب مزدور اور فقیر کو اور اتنا ہی کفن جو ملک کے بادشاہ کو پہنایا جاتا ہے ویسا ہی بستی کے گدا کو خیال تو کیجئے۔

نہ دارا رہا سکندر نہ فریدوں بادشاہ
تخت زمین پر سینکڑوں آئے چلے گئے

میلاد النبی کی صبح ایک ہی پیغام سنا رہی ہے' ایک ہی دعوت دے رہی ہے اور وہ یہ کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے عطا فرمودہ عزت و شرف سے رہنا چاہتے ہو اور اقوام عالم کی امامت پر پھر فائز ہونے کے آرزو مند ہو تو چودہ سال قبل کے اس نورانی مقام کی طرف لوٹ چلو جو میلاد النبی ﷺ کی معجز نمائی کا صدقہ تھا۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو'
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو'
بزمِ توحید بھی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
بزمِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمہیں پاس نہیں'

دعا ہے مولیٰ تعالیٰ جل و علا محسن اعظم ﷺ کے صدقے ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے۔ عدل و انصاف امن و سلامتی کا خوگر بنائے اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے خصوصا پاکستان کی سرزمین کو نظام مصطفیٰ اور مقام مصطفیٰ کا امین بنائے۔ (آمین ثم آمین)

بجاہِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلم!!!

تفہیماتِ نور

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جناب رسالتماب سرور دو عالم ﷺ کو تمام کائنات میں وہ مقام حاصل ہے جس کی بلندی اور وسعت کو کوئی اور ذات نہ پہنچی ہے اور نہ پہنچ سکتی ہے۔

انسانی وجود میں چونکہ قلب ہی نور محمد ﷺ کی اور نور محمد ﷺ کے ذریعے نور ذات کی جلوہ گاہ ہے اس لئے ہر انسان حمد و نعت کے مضمون سے صرف اسی حد تک لطف اندوز ہو سکتا ہے جس حد تک اس کے اپنے قلب کی نوری صلاحیت کسی نہ کسی رنگ میں بیدار ہو چکی ہو۔ جن حضرات نے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اور ان کے مقامات و صفات خصوصی کے متعلق پہلے سے کچھ غور فرمایا ہوا ہے ان کے ذہن میں تو "پیکر رحمت" کے مطالعہ سے کوئی الجھن پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن تعلیم یافتہ اصحاب کا وہ طبقہ جنہیں اسلامی کتب کے مطالعے یا بزرگان دین کی صحبت سے مستفیض ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا ہو ممکن ہے کہ وہ فکری کاوش کے باوجود اس نعت کے بعض حصوں کو پورے طور پر سمجھنے سے قاصر رہیں لہٰذا ایسے دوستوں کی سہولت کے لئے ذیل میں نور ذات اور نور محمد ﷺ کی تفہیم کے متعلق کچھ اشارات لکھے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ان اشارات کو سمجھ لینے کے بعد اگر وہ پھر ایک دفعہ نعت کا مطالعہ فرمائیں گے تو انہیں بھی اس کا کوئی حصہ مشکل معلوم نہیں ہو گا

بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ساری نعت کے مضمون سے پہلے کی نسبت زیادہ دلچسپی محسوس فرمائیں:۔

۱۔ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیقی صنعت کا شاہکار ہے اور حضور سرور دو عالم ﷺ اس صنعت کا نقش اول اور نقش اکمل ہونے کی حیثیت سے اس کی قدرت کاملہ کا بہترین نمونہ ہیں۔

۲۔ حضور ﷺ ان تمام صفات الہیہ کے مظہر اتم ہیں جو خالق سے مخلوق میں امکانی طور پر منتقل ہو سکتی ہیں۔ باقی انبیا علیہم السلام اپنی اپنی جگہ جزوی طور پر صفات الہیہ کے مظاہر ہیں لیکن آنحضور ﷺ جامع الصفات ہیں اور ظاہر و باطن مجسم نور ہیں۔

۳۔ نور کیا چیز ہے؟ نور کی کوئی جامع اور واضح تعریف کرنا بہت مشکل کام ہے بلکہ نور کی کسی تعریف کا ادراک بھی عام عقل و فکر کی حدود سے باہر۔ یہاں اجمالی طور پر صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہو گا کہ نور روح عظیم کی قوت تجلی کا نام ہے اور نور ہی زمین و آسمان میں ہر چیز کی طاقت کا مصدر و ماخذ ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قدرت کی پہلی جامع تجلی (RADIATION) نور محمد ﷺ ہے اور نور محمد ﷺ ہی تمام کائنات کے لئے سرچشمہ حیات ہے۔

۵۔ تمام انوار و تجلیات کا ابتدائی مرکز خود اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کی ذات نور۔ اس کی صفات نور' اس کا علم نور۔ اس کا کلام نور۔ ارادہ نور۔ عزم نور۔ خیال نور۔ اس کا ہر اسم اور ہر حکم نور۔ اس کی ہر صفت نور ہر نعمت نور۔ ظاہر نور۔ باطن نور۔ اول نور آخر نور **اللہ نور السموات والارض** ط

۶۔ انوار تجلیات کا ثانوی مرکز جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے جو تمام صفات حسنہ کا حامل ہے۔

۷۔ نور تمام قوت و حیات کا مصدر ضرور ہے لیکن نور کوئی مجہول طاقت نہیں جس سے غیر شعوری طور پر مختلف قسم کے تغیرات خود بخود ظہور پذیر ہوتے ہوں۔ نور کی ہر تجلی اپنے مرکز کی صفات خصوصی کی حامل ہوتی ہے یعنی اس میں حکمت و دانش۔ شعور و فہم تنظیم و ترکیب وغیرہ کی وہ تمام صلاحیتیں موجود رہتی ہیں جو اس تجلی کی غرض و غایت کی تکمیل کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

۸۔ ہر نوع حیات کا اپنا ایک دور یا سائیکل ہوتا ہے جس کا نقطہ انجام کم و بیش وہی ہوتا ہے جو جوہری حالت میں اس کا نقطہ آغاز ہوتا ہے۔ مثلاً ایک درخت کی زندگی کا دور بیج سے شروع ہوتا اور بیج ہی پیدا کرنے پر ختم ہوتا ہے۔

۹۔ حیات کائنات کی ابتدا نور محمد ﷺ سے ہوئی ہے اور بہ ہیئت مجموعی نور محمد ﷺ ہی اس کا مقصود و منتہا ہے۔

۱۰۔ چونکہ نور ذات کی پہلی تجلی نور محمد ﷺ ہے اور نور محمد ﷺ ہی تمام خلقت پیدا ہوئی ہے اس لئے خالق اور مخلوق کے درمیان نور محمد ﷺ ایک لازمی ازلی اور ابدی واسطہ ہے اس نور کی وساطت کے بغیر نہ کوئی نعمت و برکت یا رحمت و راحت خالق کی طرف سے مخلوق تک پہنچتی ہے اور نہ مخلوق کی طرف سے کوئی خیال۔ دعا یا پکار خالق تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔

۱۱۔ عالم شہود میں کسی شے کے اندر کوئی ایسی صفت ظاہر نہیں ہوتی جو عالم امر میں کسی نہ کسی شکل میں اس شے کے جوہر میں موجود نہ ہو۔

۱۲۔ کسی چیز کے کل کی تمام جوہری خصوصیات کسی نہ کسی حالت میں اس کے ہر جز میں قائم رہتی ہیں۔ اور ہر جز سے کل کا کام لینے کے لئے قوانین قدرت کے کسی ماہر کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۳۔ قدرت کاملہ نے ہر نوع حیات میں تجدد امثال (reproduction of species) اور تعدد کد امثال (multiplicity of species) کا خاص اہتمام کیا ہوا ہے۔ ہر نوع میں کل سے جز اور جز سے کل کا نزولی اور صعودی دور حیات ہر وقت قائم اور جاری ہے اور بقائے دنیا تک جاری رہے گا۔ مثلاً بیج سے درخت اور درخت سے بیج۔ انڈے سے مرغی اور مرغی سے پھر انڈا وغیرہ وغیرہ۔

۱۴۔ سائنس کی موجودہ تھیوری یہ ہے کہ "اینرجی" یا قوت کی پہلی ہیئت اور آخری ہیئت روشنی ہے۔ یعنی مادہ روشنی کی تبدیل شدہ شکل ہے اور مختلف تبدیلیوں کے ذریعے روشنی ہی کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

اس تھیوری یا قیاس کا رخ اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ حقیقت سے ابھی دور ہے۔ کیونکہ قوت کی ابتدائی اور آخری شکل روشنی نہیں بلکہ نور ہے۔ روشنی خود نور کی تبدیل شدہ حالت ہے۔ نور محمد ﷺ سے ستر ہزار تبدیلیوں کے بعد روشنی کا وجود آتا ہے اور پھر روشنی سے تقریباً اتنی ہی تبدیلیوں کے بعد مادی اجسام ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

۱۵۔ مادے کا جوہر روشنی ہے اور روشنی کا جوہر نور ہے۔ جس طرح مادے کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے میں بھی دو جوہری اعزاز کا التزام ہوتا ہے جنھیں پروٹونز اور الیکٹرونز کہا جاتا ہے اسی طرح جوہری قوت کے اصل یعنی نور میں بھی ایسے دو اجزا کا وجود لازم ہے۔ نور کے ان جوہری اجزا کا اعتباری نام

جمال اور جلال ہے جنھیں حسن اور عشق بھی کہتے ہیں۔

۱۶۔ مادے کی جوہری زندگی پروٹونز اور الیکٹرونز کی مسلسل محوری حرکت پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک جزء کی یہ مرکزی حرکت بحالہ بند ہو جائے تو جوہری سیل (cell) مردہ متصور ہو گی اور اگر دونوں اجزا کسی وجہ سے باہم مخلوط ہو جائیں تو جوہری حیات ختم نہیں ہو گی بلکہ مخفی ہو جائیگی۔ جو پھر کسی عمل سے بیدار کی جا سکتی ہے۔ اسی سے نور کی فعالی اور غیر فعالی حالت کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ جس طرح بجلی کی مخفی قوت کو بیدار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی عمل سے اس کے ہر دو اجزا مثبت اور منفی کو علیحدہ علیحدہ فعال کیا جائے۔ اسی طرح قوت نور بھی اس وقت تک کار فرما نہیں ہوتی جب تک اس کے ہر دو اجزا جمال اور جلال یا حسن و عشق الگ الگ جلوہ گر نہ ہوں۔

۱۸۔ نور قدم نور کی اس مخفی قوت یا غیر فعالی حالت کا نام ہے جس میں اس کے اجزائے ترکیبی جمال و جلال ابھی اپنی اپنی جداگانہ شان میں جلوہ گر نہیں ہوئے تھے۔ نور کی اسی مخفی قوت کو اللہ تعالیٰ نے کنز مخفی سے تعبیر کیا ہے۔

۱۹۔ اگرچہ ترکیب ذاتی کے اعتبار سے خالق نور اور مخلوق نور اپنے جواہر ازلی و ابدی یعنی جمال و جلال پر مشتمل تھے لیکن ان کی ہئیت کذائی میں آفرینش کائنا غرض سے روز اول ہی تھوڑا سا فرق رکھا گیا تھا جسے صوفیا کرام میم کا پردہ کہہ لیتے ہیں۔ وہ فرق جمال و جلال یا حسن و عشق کے انوار کی باہمی ترتیب میں ت جس کی صورت نعت کے تیسرے بند میں حاشیہ پر واضح کر دی گئی ہے۔

۲۰۔ نور ازل کی پہلی تجلی جو غیر معین فضائے میں پورے زور کے ساتھ ہر سمت اور ہر جانب ظہور پذیر ہوئی اور ذات و صفات کی خصوصیات سے بھرپور اور مرکز نور کو محیط تھی وہ تجلی نور محمد ﷺ ہیولا قرار پائی جسے محض سہولت بیان کے لئے اور تفہیم مدعا کے لئے مخلوق نور کہا گیا ورنہ حقیقت میں یہ نور خود نور ذات کا ظہور تھا نہ کہ اسی کی تخلیق۔

۲۱۔ نور محمد ﷺ کے اس ہیولے میں کائنات کی تمام اشیاء کے ہیولے شامل تھے۔ اس میں زمین آسمان۔ فرشتے انسان۔ چرند پرند۔ شجر حجر وغیرہ پوری ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی جوہری حالت میں اس طرح محفوظ موجود تھے جس طرح ایک بڑے تن آور درخت (مثلاً بڑ) کی جڑیں تنا۔ شاخیں۔ پتے اور پھول وغیرہ سب کے سب اس کے بیج میں ترتیب وار موجود ہوتے ہیں۔

۲۲۔ اللہ تعالیٰ کے امر کن کے ماتحت جو تمام خلقت فوراً پیدا ہو گئی اس کا یہ مطلب نہیں کہ آن واحد میں تمام موجودات عالم اس شکل و ہیئت میں ظاہر ہو گئے جس میں وہ اب نظر آتے ہیں بلکہ اس امر کن کا نتیجہ یہی تھا کہ ہر شے اپنی جوہری حالت میں یا نکلیر فارم (nuclier form) میں اپنے اپنے مقام پر نور محمد ﷺ میں مرتب ہو گئی اور پھر اپنی فطری اور جوہری قوت کے مطابق خدائی نظم و نسق کے ماتحت ہزارہا امتزاجی تبدیلیوں کے بعد اپنے اپنے وقت پر اور اپنے اپنے جداگانہ رنگ میں ظہور پذیر ہوئی۔

۲۳۔ نور محمد ﷺ سے لے کر روشنی کے وجود تک عالم امر کہلاتا ہے جس میں امر ربی سے ہر شے کا نوری ڈیزائن تیار ہوتا ہے اور ہر آنے والے تغیر و تبدل کا بنیادی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے بعد روشنی سے مادے کی آخری ہیئت پذیری تک عالم شہود کہلاتا ہے جو حواس خمسہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۲۴۔ انسانی وجود اگرچہ مادی ہے لیکن اس کی ہیئت کذائی دوسرے مادی اجسام کی طرح کسی ارتقائی عمل یا نور کی امتزاجی تبدیلیوں کا نتیجہ نہیں۔ انسانی وجود صنعت خداوندی کا ایک خاص کرشمہ ہے جس کی صورت گری اس وقت ہوئی جب کہ عالم شہود میں تمام انواع حیات اور تمام موجودات اپنی اپنی جگہ مرتب ہو کر سرگرم کار ہو چکے تھے۔

۲۵۔ وجود انسانی کی تعمیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے عالم شہود میں سے ہر قسم کے مادے کا بہترین حصہ منتخب کیا اور اپنے دست قدرت سے ان سب کی آمیزش کر کے ایک خاص شکل و ہیئت کا ڈھانچہ تیار کیا یا کروایا جس میں تنظیم و ترکیب اور ترتیب و تناسب کا کمال اس کی اپنی قدرت کے کمال پر دال تھا۔ پھر اس عنصری ڈھانچے میں اپنی روح پھونک کر اس میں حیات ظاہری کا اجرا بھی کیا اور اس کے قلب کو اپنے نور خاص کی تجلی گاہ بننے کی صلاحیت بھی بخشی۔

۲۶۔ اس طرح خدا نے عالم شہود میں ایک نئی اور خاص الخاص نوع حیات کی طرح ڈالی۔ اس نوع کے پہلے نمونے یعنی پہلے انسان کا نام آدمؑ رکھا گیا۔ اس کے تجدد اور تعدد کے لئے بھی وہی قاعدہ جاری کر دیا گیا جو اس کی ظاہری حیات کی قریبی نوع میں یعنی حیوانات میں پہلے سے جاری تھا۔ اس غرض کے لئے حضرت آدمؑ ہی کے وجود سے قدرت کاملہ نے مائی حوا کا وجود پیدا کر دیا۔

۲۷۔ جن وجوہ کی بنا پر انسان کو باقی مخلوق پر تفوق یا برتری حاصل ہے ان میں سے چھ امور بہت اہم اور قابل توجہ ہیں۔

(۱) انسان کا مادی وجود اپنی ساخت کے اعتبار سے کائنات کے تمام مادی اجسام کا نمائندہ ہے اور اس طرح ان تمام انوار محمد ﷺ کا مظہر ہے جو عالم امر سے

عالم شہود میں پہنچ کر ہزارہا تبدیلیوں کے بعد ارضی و سماوی اجسام کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

(۲) انسانی وجود کو تنظیم و ترکیب اور ترتیب و تناسب کا وہ کمال حاصل ہے جسے خود اللہ تعالٰی نے احسن تقویم کہا ہے اور جو کسی اور مخلوق کے حصے میں نہیں آیا۔

(۳) تمام مخلوق میں صرف انسان کو اللہ تعالٰی نے نطق۔ شعور و فکر۔ خیال اور ارادہ کے انوار سے سرفراز کیا ہے۔

(۴) قلب یا (mind) کی دولت صرف انسان کو ملی ہے جو نور محمد ﷺ اور نور محمد ﷺ کی وساطت سے نور خدا کی تجلیات کا مورد ہے۔

(۵) مخلوق میں صرف انسان ہی ہے جس کی نوعی حیات کا آغاز اللہ تعالٰی نے براہ راست اپنی روح کے انفاخ سے کیا ہے۔

(۶) کائنات میں باقی مخلوق کو نور محمد ﷺ سے صرف یہ ایک تعلق حاصل ہے کہ عالم شہود میں تمام موجودات نور محمد ﷺ ہی کا ظہور ہیں۔ لیکن انسان کو سرور دو عالم ﷺ کے نور سے دہرا تعلق حاصل ہے۔ ایک بالواسطہ مادی اجسام کے مرکزی نور کے ذریعے اور دوسرا براہ راست اپنے قلب و روح کے ذریعے۔

۲۸۔ مندرجہ بالا امتیازات کی بنا پر انسان کو کائنات میں دوہری نمائندگی حاصل ہے۔ ایک طرف وہ اپنے قلب و روح کے نور کی معرفت خدا کا نمائندہ یا نائب ہے۔ دوسری طرف وہ اپنے وجود کی معرفت تمام موجودات کا نمائندہ اور سربراہ ہے۔

(۲۹)۔ انسان کے لئے اسرار کائنات کا صحیح علم حاصل کرنے کے دو

امکانی طریق ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ عالم شہود میں علم سائنس کے ذریعے مادی اجسام کی سطح کو کرید کرید کر اور ان کے خواص کا تجزیہ کر کے ان کی نوری بنیادوں کو دریافت کرے جن میں صورت و سیرت کے ہزارہا انقلابات و تغیرات کے راز چھپے ہوئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ انسان اپنے قلب کی نوری صلاحیتوں کو بیدار کر کے اپنی روح کو نور محمد ﷺ میں مدغم کردے جو نور کہ مخلوق اور خالق کے درمیان لازمی اور لابدی واسطہ ہے۔ اور پھر اسی نور کی کرنوں کے ذریعے حقائق اشیاء پر نظر ڈالے۔

۳۰۔ بدیہی طور پر پہلا طریق کار نہایت مشکل۔ پر خطر غیر یقینی اور حوصلہ فرسا ہے کیونکہ عالم شہود اتنی لاتعداد انواع حیات پر مشتمل ہے اور اتنا وسیع عمیق اور بسیط ہے کہ سارا عالم تو ایک طرف رہا کسی ایک نوع حیات کی مکمل اور نتیجہ خیز تحقیق کے لئے تمام بنی نوع انسان کی مجموعی عمر بھی شاید کافی نہیں ہوگی۔

۳۱۔ نیز طریق اول کی ناکامی اور بھی واضح ہو جاتی ہے اگر یہ یاد رکھا جائے کہ وہ تمام نظام شمسی جس میں ہماری زمین ایک چھوٹی سی بستی ہے تجلی نور ذات کی صرف ایک کرن کا کرشمہ ہے مرکز نور سے چونکہ ایسی لاتعداد کرنیں ہر سمت میں جلوہ پاش ہوئیں۔ اس لئے کائنات میں ایسے بے شمار نظام بہ یک وقت وجود میں آکر ایک وسیع سلسلہ حیات کے حامل ہو گئے۔

۳۲۔ ظاہر ہے کہ اسرار کائنات معلوم کرنے کا دوسرا طریق نہایت جاذب۔ موثر اور مختصر ہے۔ درحقیقت یہ قرآنی تعلیم کی پیروی اور رسول کریم سرور دو عالم ﷺ کی مکمل اطاعت و محبت کا راستہ ہے۔ اس راستے سے حیات انسانی کی منزل مقصود ہر بشر کی امکانی زد میں آجاتی ہے۔

نور محمد ﷺ میں مدغم ہو کر انسان ایک ایسے بلند اور رفیع مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے اس کی نوری نظر مقصود حیات کو آن واحد میں بے نقاب دیکھ لیتی ہے۔ اس مقام سے ایک طرف تو وہ خدا کی ذات و صفات کا عرفان حاصل کر سکتا ہے اور دوسری طرف ان تمام انوار کی سیر کر سکتا ہے جو آں حضور ﷺ کے نوری وجود سے جاری ہو کر عالم شہود کے تمام اجساد اور تمام انواع حیات کی باطنی قوت کا باعث ہیں۔ انہی انوار کے ذریعے وہ تمام اجسام کے باطنی نظام کو ایک نظر میں سمجھ سکتا ہے اور ایک قلیل مدت میں اسرار کائنات پر حاوی ہو سکتا ہے۔

۳۳۔ نور محمد ﷺ کا مقام ہی وہ مقام ہے جہاں سے انسان اپنی دوگونہ نمائندگی کا حق ادا کر سکتا ہے۔

ایک طرف اس کا دل کمال عبدیت کی لذت سے سرشار ہو کر خالق کے حضور میں انتہائی خلوص اور عجز و انکسار سے سربسجود ہوتا ہے اور اس کے قرب خاص میں داخل ہو کر بے پایاں سرور اور راحت و رافت ابدی سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ خود اس کے نائب خلیفہ یا مختار کی حیثیت سے موجودات کے تمام مخفی رازوں سے واقف ہو کر ان پر پورا تسلط و تصرف حاصل کر لیتا ہے۔

۳۴۔ ہر نوع حیات کی ہر منزل اور ہر منزل پر ہر شکل و ہیئت کا ایک متبادل نوری ڈھانچہ ہوتا ہے جو اس کے ساتھ ساتھ تغیر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ مادی اجسام کے یہ تمام متبادل نوری ڈھانچے نور کی کرنوں کے ذریعے باہم مربوط اور مرکز نور سے وابستہ رہتے ہیں۔

۳۵۔ ہر انسانی وجود کا بھی ایک ڈھانچہ ہوتا ہے جو اپنے مقام پر مادی

اجسام کے بنیادی انوار کا مجموعہ ہوتا ہے۔ انسانی اجساد کے یہ مرکب نوری ڈھانچے بھی باہم مربوط اور نور محمد ﷺ سے وابستہ رہتے ہیں اور ان کا کنٹرول نور محمد ﷺ کی وساطت سے قدرت کے اپنے ہاتھ میں رہتا ہے۔

۳۶۔ جس طرح روشنی کے قوانین کے مطابق کوئی تصویر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نور کی انتہائی لطافت کے سبب انسان کا نوری ڈھانچہ اتنا بڑا ہو سکتا ہے کہ وہ تمام آفاق کو اپنے اندر سمیٹ لے اور اتنا چھوٹا ہو سکتا ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے میں خود پورے طور پر سما جائے۔

۳۷۔ اگر انسان اپنے اندرونی نور سے فائدہ اٹھا کر اپنے قلب کی تمام مخفی قوتوں کو بیدار کر لے اور نور محمد ﷺ میں مدغم ہو جائے تو وہ مطلوبہ صفات الہیہ کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کا مادی جسم میں بھی نور محمد ﷺ کی برکت سے ایک لطیف ہیئت اختیار کر لیتا ہے۔ یہی اس کی فطری ترقی ہے اور یہی اس کے منعم علیہ ہونے کی منزل ہے۔

۳۸۔ روح انسانی روح عظیم کا پر تو ہے اور خداوند عالم کے رازوں میں سے ایک خاص راز ہے۔

۳۹۔ قلب انسانی وجود انسانی میں بمنزلہ عرش کبریا ہے اور نور محمد ﷺ کی وساطت سے تجلیات ذات کا مطلع و مخزن ہے۔ اس جلوہ گاہ نور کو نوری سامان سے ہی آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۰۔ انسانی عقل اور ضمیر دونوں روح انسانی کے انوار ہیں اور دونوں روح کی طرف سے انسانی وجود میں ایجنٹ یا گماشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ضمیر روح کی طرف سے قلب کا نقیب۔ نقاد اور نگران احوال ہے۔ عقل روح کی

طرف سے حواس خمسہ کی خبر گیر اور رہبر ہے جن کی صحت پر دماغ انسانی کے فیصلوں کی صحت کا دارومدار ہے اور ساتھ ہی خواہشات نفس کی عناں گیر ہے تاکہ حرص و ہوا کی آلودگیوں سے قلب انسانی کو محفوظ کر کے اس کی صحت فکر اور نوری صلاحیتوں کو برقرار رکھے۔

۴۱۔ قلب اور دماغ دونوں روح کی فکری پرواز کے معاون ہیں لیکن قلب کو دماغ پر ایک خاص برتری حاصل ہے۔ دماغ ایک مشین ہے جو اپنے صحیح کام کے لئے حواس خمسہ کی محتاج ہے اور اس کا دائرہ عمل باصرہ۔ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ اور لامسہ کی محدود قوا کے مطابق محدود ہے۔ مگر انسانی قلب (mind) جو اپنی ساخت میں انسانی دماغ کا خود کفیل نوری ڈھانچہ ہے۔ اس کے نوری حواس کی رسائی غیر محدود ہے۔ اس لئے اس کی عملی اور فکری وسعتیں بھی غیر محدود ہیں۔

۴۲۔ مادی قوانین اور روحانی قوانین دو بالکل علیحدہ اور الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی مربوط سلسلہ قانون کے دو سرے ہیں۔ مادی قوانین باریک سے باریک تر ہوتے ہوتے روحانی قوانین کی لطیف سرحدوں میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں کوئی حد فاصل نہیں۔ ہاں روشنی کو مادہ اور نور کی درمیانی منزل کہہ سکتے ہیں۔

۴۳۔ مادی قوانین کا علم سائنس کہلاتا ہے اور روحانی قوانین کا علم عرفان۔

۴۴۔ عرفان خیر ہی خیر ہے مگر سائنس ایک حد تک خیر کا موجب بھی ہو سکتی ہے اور شر کا بھی۔

۴۵۔ عرفان سائنس کے بغیر بھی مکمل ہو سکتا ہے لیکن سائنس عرفان

کے بغیر نہ صرف نامکمل رہتی ہے بلکہ تباہی اور ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

۴۶۔ سائنس کا رخ صحیح رکھا جائے تو وہ عرفان کی طرح رہنمائی کر سکتی ہے۔ اس لئے سائنس کا مطالعہ صرف اس حد تک ضروری ہے جس حد تک یہ عقل انسانی کو عرفان کی ابتدائی منزل کا پتہ دے سکے۔ بعد میں عرفان کی روشنی میں سائنس کی تکمیل بھی آسانی سے ہو سکتی ہے اور مادی اجسام کے اسرار و معارف کی تحقیق بھی نہایت تھوڑے وقت میں ختم ہو سکتی ہے۔

۴۷۔ عرفان نور اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک انسان اپنے قلب کی صلاحیتوں کو بیدار کر کے تجلیات نور کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔

۴۸۔ قلبی صلاحیتوں کو صحیح طریق سے بیدار کرنے کے لئے سرور دو عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و غلامی لازمی ہے کیونکہ اس غرض کے لئے ان کی تعلیم سے بہتر کوئی تعلیم نہیں۔

۴۹۔ یہ شرط اس لئے بھی ضروری ہے کہ آنحضور ﷺ کی ذات با برکات قوانین نور کی سب سے زیادہ ماہر اور مظہر ہے ان ہی کا نور کائنات کی ہر شے میں کار فرما ہے۔ انہی کے نور کی تخلیق موجودات عالم کا سب سے بڑا راز ہے۔ انہی کے صدقے قلب انسانی تجلی گاہ نور ذات بنا ہے۔ انہیں کے فیض سے قوانین نور کا علم انسان کو حاصل ہوا ہے جسے علم لدنی کا نام دیا گیا ہے۔ ان ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حیات انسانی کی رہنمائی کے لئے قرآن پاک کی شکل میں ایک نوری ہدایت نامہ عطا فرمایا۔ انہیں کی زندگی ان ہدایات الیہ کا بہترین عملی مرقع ہے اور انہوں نے ہی تسخیر کائنات کے سینکڑوں نمونے اپنی ذات سے پیش کر کے انسانی عروج کا رخ متعین کیا ہے۔ اس ضمن میں مشتے

از خود ارے کے طور پر چند امور کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ عالم بشری میں نزول وحی کی تاب لاکر بندوں کو خدا کا کلام سنایا اور ایک مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا۔

(۲)۔ انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔

(۳)۔ شب معراج میں عروج بشری کا منتہا دنیا پر واضح کر دیا اور انتہائی ٹائم کنٹرول اور سپیس کنٹرول کی مثالیں قائم کیں۔ مثلاً

الف۔ اپنے جسد مبارک کے ساتھ ایک لمحہ میں افلاک تک بلکہ بالائے افلاک پرواز کیا۔ ملائکہ اور ارواح کی سلامیاں لینے کے بعد رب ذوالجلال سے بالمشافہ ملاقات وہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔

ب۔ اٹھارہ سال کا زمانہ ایک ثانیہ کی قلیل ترین مدت میں سمیٹ کر رکھ دیا۔

ج۔ تمام افلاک کے حالات کو آن واحد میں ملاحظہ فرمایا۔ اور

د۔ پھر اسی آن واحد میں اتنی بلندیوں سے اپنے مقام ارضی پر واپس تشریف لے آئے۔

(۴)۔ ایک موقع پر اپنے وجود باسعود کو زمین کے آبی چشموں سے ہم آہنگ کر کے آن واحد میں اپنے دست مبارک کی انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری کر دیئے۔

(۵)۔ شجرو حجر کو اپنے حکم سے قوت گویائی اور ان کے مدعا کو سماعت فرمایا۔

(۶)۔ بارہا انسانی سمع و بصر کو حضور و غیب کی حدود سے بے نیاز کر کے دنیا کو متحیر کیا۔

(۷)۔ اپنے پیشرو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی اس طرح تصدیق فرمائی کہ انہیں خود اپنی ذات بابرکات سے متعدد بار صادر فرما دیا۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔

۵۰۔ سب انسان اپنی اپنی جگہ مظاہر خدا ہیں تو سب کو اللہ تعالیٰ نے علیٰ قدر مراتب اتنی صلاحیت ضرور ودیعت کر رکھی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے خیال کا تار قلب محمد ﷺ سے جوڑ کر نیابت الہیہ کی استعداد پیدا کر لیں۔ کسی کو اس فطری ودیعت سے محروم رکھنا اس کی شان عدل کے منافی تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی اس ودیعت سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔

۵۱۔ ودیعت کے کم از کم درجے کی مثال بجلی کے ایک بلب سے دی جا سکتی ہے جس کی اندرونی اہلیت صرف چند ایک باریک تاریں ہیں۔ اگرچہ اس بلب کے ساتھ کائلز (coils) کنڈ ۔ لنسر۔ گراریاں اور مشینیں وغیرہ نہیں ہیں جو بجلی کے کسی بڑے سٹیشن کا سامان ہوتا ہے تاہم جب یہی بلب تار کے ذریعے کسی بڑے سٹیشن سے مل جاتا ہے تو اس سٹیشن کی تمام قوت تنویر اس بلب کے ذریعے میں صرف ہونے لگ جاتی ہے۔ اسی طرح کم تر ودیعت والا انسان بھی محمدی ﷺ پاور ہاوس سے مل کر اس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام قوتیں اس انسان کے وجود سے ظاہر ہو سکیں۔

۵۲۔ اسرار کائنات قلوب انسانی پر تو وقتاً فوقتاً منکشف ہوتے ہی رہے ہیں۔ پیغمبروں کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامتوں کا بڑا مقصد انہی اسرار کی طرف توجہ دلانا تھا۔ دوسرے الفاظ میں معجزات و کرامات سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انسانی وجود میں کیا کیا مخفی قوتیں ودیعت کی ہوئی ہیں اور انہیں کس طرح بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ عقل انسانی کی تدریجی پختگی کے ساتھ ساتھ ان اسرار کے عقلی عرفان کا امکان بھی اب پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا ہے۔ بلکہ اس عرفان کی تکمیل منطقی تقاضا ہے اس حقیقت کا کہ خدا نے انسان کو اپنی نیابت اور خلافت کے لئے پیدا کیا ہے۔

تخلیق انسان کا یہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب نبی نوع انسان بہیئت مجموعی صرف وجدانی طور پر ہی نہیں بلکہ پورے شعوری طور پر تمام اسرار کائنات کا عرفان حاصل کر کے ان کے استعمال پر قادر ہو جائے۔ اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے اختتام سے پیشتر انشا اللہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب عوام الناس میں سے ۵۰ فی صد سے زاید انسان فزیکل آلات کی امداد کے بغیر وہ تمام کام کرنے کی استعداد رکھتے ہوں گے جنھیں ہم اس وقت کرامات سے تعبیر کرتے ہیں۔

۵۳۔ تمام غیر انسانی اقسام حیات کی غرض و غایت انسانی حیات کی خدمت و اعانت ہے اور انسانی حیات کا مقصد عظیم کائنات کے رازوں اور مخفی قوتوں کا تجسس اور خدا کی ذات و صفات کا عرفان ہے۔

۵۴۔ حیات انسانی کے اس مقصد کو مختلف الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے جو نتیجہ اور مطالب کے اعتبار سے مترادف ہیں مثلاً

(ا)۔ انسانی وجود کو ان تمام صفات الٰہیہ سے آراستہ کرنا جو خالق سے مخلوق میں منتقل ہو سکتی ہیں۔

(ب)۔ حقیقت محمدیہ ﷺ کا عرفان اور صفات محمدیہ ﷺ کی مشق علیٰ قدر ہمت و مراتب۔

(ج)۔ نور محمد ﷺ کی وساطت سے نور ذات میں مدغم ہونا اور صفات الٰہیہ کی تحصیل سے دنیا میں امن و راحت پیدا کرنا۔

(د)۔ خدا کی خلافت و نیابت کے فرائض ادا کرنے کی لیاقت پیدا کرنا۔

(ہ)۔ خدا کے نائب کی حیثیت سے اسرار کائنات کی تحقیق و تسخیر اور موجودات عالم پر تصرف و تسلط۔

(و)۔ قلب کی ودیعت شدہ مخفی قوتوں کو بیدار کر کے نور محمد ﷺ اور نور ذات کا عرفان حاصل کرنا۔

(ز)۔ اخلاق و سیرت کو پاکیزہ کر کے خدا کا قرب حاصل کرنا۔

(ح)۔ آں حضور ﷺ کی رسالت کے اقرار کے ساتھ خدا کی توحید قائم کرنا اور بنی نوع انسان کو ایک برادری میں منسلک کرنا۔

(ط)۔ جسم۔ دل۔ دماغ اور روح کی متوازن ترقی و تربیت سے انسان کو انسان بنانا وغیرہ وغیرہ۔

۵۵۔ انسان کا جسم اس کی روح کی سواری ہے۔ اس لئے مقصد حیات کے حصول کے لئے انسان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ جسمانی صحت کے تقاضوں کو بقدر حاجت پورا کرے۔ یعنی مکان۔ لباس۔ غذا اور نقل و حرکت کے سامان کو اپنی جائز ضرورتوں کے مطابق فراہم کرلے لیکن اس فراہمی سامان کو اپنا نصب العین نہ بنالے۔ ویسے تمام مادی دنیا انسان ہی کی آسائش و سہولت کے لئے پیدا کی گئی ہے اس سے جتنا چاہے تمتع کرے بشرطیکہ ہر لحہ اپنا مقصد حیات پیش نظر رکھے اور اس کی طرف قدم بڑھاتا رہے۔

۵۶۔ نور محمد ﷺ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ان بزرگ ارواح سے استفادہ کیا جا سکتا ہے جو پہلے نور محمد ﷺ میں مدغم ہو کر فائز المرام ہو چکی ہیں جس طرح کسی آدمی کو اپنے گھر کے لئے بجلی کی تلاش ہو تو اسے بجلی کے ابتدائی پاور ہوس تک تار بڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کسی قریبی مرکز سے تار متصل کر دینے سے ہی اسے مطلوبہ قوت مل جاتی ہے۔ اسی طرح اپنے قلب کا نوری تار اگر کسی کامیاب روح سے جوڑ دیا جائے تو یہ الحاق بہ آسانی نور محمد ﷺ کے فیضان کا سبب بن جاتا ہے۔

نیز یاد رہے کہ باطن کی فطری ودیعت کے مطابق ہر انسان کا قلب کم از کم نور کی ایک کرن کے ذریعے جناب رسالتماب ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ یہی کرن انسان کی روح کے لئے زینے کا کام دے سکتی ہے اور وہ تمام بزرگ ارواح جن کے ظہور کا تعلق اسی کرن سے ہے ایک نہایت ہی مفید اور موثر وسیلہ بن جاتی ہیں۔

۵۷۔ قصہ کوتاہ نور کی پہلی تجلی سے لے کر مادی اجسام کے آخری شہود تک نور محمد ﷺ اور ذات محمد ہی (ﷺ) حیات عالم کا ازلی اور ابدی محور ہے۔ اس لئے ہر انسان کے لئے ان ہی کی جستجو۔ ان ہی کی اطاعت اور انہی کی ذات گرامی سے عشق و محبت حاصل حیات ہے۔ خالق کا قرب و وصال اور مخلوق پر تصرف و تسلط اس حاصل کا دہرا انعام ہے۔

صلوۃ اللہ تعالےٰ علی خیر خلقہ و حبیبہ سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اھل بیتہ و اصحابہ اجمعین۔ امین

O--------------------------O

نوٹ:۔ تفہیمات کے تحت جو اشارات لکھے گئے ہیں ان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دور حاضر کے تعلیم یافتہ اصحاب بعض حقائق نور کی طرف توجہ فرما کر سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان خصوصی کا کچھ تصور محض اعتقادی طور پر ہی نہیں بلکہ عقلی اور فکری بنا پر بھی ذہن میں لا سکیں۔

سید شیر محمد ترمذی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

(ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب لاہور

عجائب الصلوٰۃ والسلام

سلموا یا قوم بل صلوا علی صدر الامین
مصطفیٰ ماجاء الا رحمۃ للعالمین

صلوٰۃ و سلام کی رفعت و عظمت' اہمت و حیثیت' محامد جلیلہ' محاسن جمیلہ اور برکات کثیرہ کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ کیونکہ جتنی بھی عبادات و تسبیحات اور دعوات و اذکار ہیں' ان تمام کی عملی نسبت انبیاء و رسل خصوصاً رحمتہ للعالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنن مبارکہ سے ہے۔ مگر صلوٰۃ و سلام کے وظیفہ کو ربّ العالمین نے اپنا معمول ٹھہرایا' گویا کہ یہ عمل مقدس "درود و سلام" سنت الٰہیہ ہے۔

نیز صلوٰۃ و سلام کو نصوص قطعیہ نے وقت اور جگہ کی قید سے آزاد رکھا جب کہ دیگر جملہ عبادات کے اوقات اور مقامات مقرر فرمائے۔

۱۔ نماز کو اِنَّ الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا سے خاص فرمایا۔ جہت قبلہ اور قیام وغیرہ شرائط سے موکد کیا جب کہ درود و سلام کے لئے نہ وقت کا تعین اور نہ ہی کسی جہت و سمت کی قید ہے۔

۲۔ روزہ۔ ماہ صیام میں فرض قرار دیا اور پھر سحری و افطاری کے وقت خاص فرمائے۔ نفلی روزوں کے لئے بھی انسان آزاد نہیں۔ ان میں طلوع و غروب کی قید ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ شب بھر کچھ نہ کھائے اور کہے میرا روزہ ہے۔ یا سورج کے غروب ہونے سے پہلے افطار کرنے سے اسے تکمیل روزہ کی بشارت سے نوازا گیا ہو۔ بہرحال روزہ قید زمانی کے ساتھ خاص ہے۔

۳۔ زکوٰۃ ۔ اسے بنائے اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مگر اس عبادت کی سعادت صرف صاحب نصاب ہی کے حصہ میں آئی۔ جب کہ امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کی اکثریت مقدار معینہ کے نہ ہونے کے باعث محروم رہتی ہے۔ یوں بھی صاحب ثروت و نصاب حُالَ علیہا الحول کی سہولت کے پیش نظر ممکن ہے۔ سعادت سے محروم رہ جائے۔

۴۔ حج۔ ارکان اسلام میں حج عظیم ستون کی عظمت سے مزین ہے لیکن من استطاع الیہ سبیلا کے ساتھ ایام حج' احرام و میقات معینہ اور مقامات خاصہ کی شرائط سے مقید و مخصوص کر دیا گیا ہے۔ بناء علیہ شاید ہی عالم اسلام کی کل آبادی کا ۴/۱ حصہ اس سعادت کو حاصل کر سکے۔ ممکن ہے اس سے بھی قلیل تعداد وہاں حاضر ہوتی ہو۔

نیز جملہ عبادات (نماز' روزہ' حج' زکوۃ) میں بلوغت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ نماز بالغ پر فرض' روزہ بالغ' تندرست' مقیم پر فرض' زکوۃ صاحب نصاب پر فرض' حج بالغ پر فرض اور دیگر فرائض و واجبات' سنن و مستجبات کی ادائیگی میں بھی اکثر و بیشتر بلوغت شرط ہے۔ نابالغ پر ان تمام امور شرعیہ کی بجا آوری فرض نہیں اور پھر طرہ یہ کہ فرض از خود ایک قید ہی تو ہے۔ اور درود شریف

ایسی کسی بھی قید سے آزاد، فرضِ محبت ہے۔

مگر ان جملہ امور کے برعکس "صلوۃ و سلام" کے لئے بلوغت شرط نہیں' نہ ہی اوقات کی قید ہے نہ ماہ و سال کی تخصیص اور نہ ہی لباس کی ہیئت میں تبدیلی کا اشارہ' نہ مالی استطاعت اور جسمانی صحت کی تاکید' الغرض ایمان کے سوا درود و سلام کو ہر قسم کی قیود اور حدود سے آزاد رکھا۔ چنانچہ مسلمان بچہ' بوڑھا' نوجوان' مرد' عورت' بیمار' تندرست' مقیم' مسافر' غلام کسے باشد دنیا' میں کہیں بھی ہو' وہ اپنے پیارے نبی رحمتہ للعالمین ﷺ کی بارگاہ عرش پناہ میں ہدیہ صلوۃ و سلام پیش کر کے سنت الیہ کی ادائیگی' فرشتوں کی موافقت اور مومنین کی رفاقت کو پا کر سعادت دارین کا حق دار بن سکتا ہے۔

صلوۃ و سلام جملہ عبادات کی قبولیت کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہے۔ دعا جسے رحمت عالم نور مجسم نبی مکرم ﷺ نے عبادات کا مغز قرار دیا۔ الدعا مخ العبادۃ۔ وہ اس وقت تک قبولیت کا جامہ نہیں پہن سکتی جب تک اس کے اول و آخر درود و سلام نہ پڑھا جائے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف (باب الصلوۃ علی النبی ﷺ) میں حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور سید عالم ﷺ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک صاحب آئے اور نماز ادا کی۔ پھر اس نے اللھم اغفرلی وار حمنی کے کلمات سے دعا کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے نمازی! تو نے جلدی کی۔ سن! جب نماز ادا کرنے لگو تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔ جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔ پھر دعا کر' حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اسی اثناء میں ایک اور صاحب آئے۔ انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر نبی کریم ﷺ پر

درود شریف پڑھا تو رسول کریم ﷺ نے اسے فرمایا۔ "اے نمازی! اب دعا کر تیری دعا قبول ہو گی"۔

نیز حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ وہ قبولیت حاصل نہیں کر پاتی۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ہر دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب رہتا ہے۔ یہاں تک کہ حضور سید عالم ﷺ اور آپ کی آل پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ پس جب درود و سلام پڑھا جاتا ہے تو حجاب ہٹ جاتے ہیں اور دعا مقام قبولیت میں داخل ہو جاتی ہے اور جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے دعا قبول نہیں ہوتی۔

بے بدرقہ او ہیچ دعا
البتہ بمنزل اجابت نرسد

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط' غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

بلاشبہ صلوٰۃ و سلام کو عبادات میں اولیت کا شرف حاصل ہے کیونکہ اس کی ابتدائی نسبت اور پہلا تعلق خالق کل سے ہے۔ **ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما**۔ نیز جب حضرت آدم علیہ السلام کو احسن تقویم سے مرصع فرما کر نفخت فیہ من روحی سے شاد کام کیا۔ اور انہی سے حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تخلیق فرما کر اپنی حکمت

بالغہ کے تحت دونوں میں انسیت کو ودیعت کیا۔ پھر رفاقت کی تکمیل کے لئے نکاح کا طریقہ القا ہوا تو ساتھ ہی ساتھ بطور حق مہر دس یا بیس مرتبہ باعث تخلیق عالم نبی مکرم رسول اعظم و خاتم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ صلوۃ و سلام کا بیج بو دیا۔ لہٰذا جو بھی انسان کہلانے کا مستحق ہے اس پر لازم ہے کہ وہ رحمتہ للعالمین ﷺ کی ذات احسن و اجمل پر درود و سلام پیش کر کے اپنے انسان ہونے کا ثبوت مہیا کرے۔

لوگوں میں حقیقتاً ایماندار وہی انسان کہلانے کا حق دار ہے اور جو ایمان کی دولت سے محروم ہے وہ عنداللہ 'کالانعام بل ھم اضل کے ضمرہ میں آتا ہے۔ نیز جو صورتاً" انسان ہے مگر وہ محبوب خدا حضور پرنور ﷺ کا نام نامی سن کر درود شریف نہیں پڑھتا وہ بہت بڑا بخیل ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔ "آیئے میں تمہیں بخیل اعظم بتاؤں' وہ کون ہے اور سب سے زیادہ محتاج کون ہے؟" صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عرض گزار ہوئے۔ ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا **مَن ذکرت عندہ فلم یصل علی** وہ شخص بخیل اعظم ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ "**البخیل الذی من ذکرنا عندہ فلم یصل علی**" (مشکوۃ شریف) وہ بہت بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو مگر وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ یہاں پر حضرت شیخ سعدی کا عام بخیل کے بارے میں

ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیے اور پھر بخیل اعظم کی سزا کا خود اندازہ لگائیے۔ آپ فرماتے ہیں۔

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نہ باشد بحکم خبر

اگرچہ بخیل بحر و بر کی عبادت و ریاضت کر چکا ہو مگر بحکم حدیث شریف وہ بہشتی نہیں ہو سکتا۔ یہ زاہد، بحر و بر، بخیل کی سزا ہے جو بخیل اعظم ہو گا اس کی سزا کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔ چنانچہ ایسے شخص کے لئے آپ نے فرمایا۔ ویل لمن لا یرانی یوم القیمۃ۔ قیامت کے دن ایسے شخص کے لئے خرابی ہے وہ میری زیارت نہ کر سکے گا۔ نیز فرمایا۔ "ذلیل ہوا وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود و سلام نہ پڑھا"۔ نیز فرمایا۔ "ایسے شخص کو جنت کا راستہ سدھائی نہیں دے گا جو میرے نام آنے پر درود شریف پڑھنا بھول گیا"۔

اور جو قصداً" نہیں پڑھتا بلکہ پڑھنے والوں کو روکتا ہے اس کا کیا حشر ہو گا؟ صلی اللہ حبیبہ محمد و آلہ واصحابہ و بارک و سلم۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد چند واقعات عجیبہ اہل عشق و محبت کی نذر کرتا ہوں جو نہایت پر اثر، روح پرور اور ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ عبرت انگیز بھی ہیں۔

جامع المعجزات فی سیر خیر البریات مطبوعہ مصر میں علامہ محمد رہادی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ معراج میں ایک نہایت سبق آموز روایت بیان کی ہے جسے امت اسلامیہ کے نامور خطیب سلطان الواعظین حضرت مولانا علامہ "ابو النور

محمد بشیر آف کوٹلی لوہاراں" نے "جان ایمان" کے عنوان سے نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ پڑھئے اور اپنے ایمان و ایقان کی دولت میں اضافہ کیجئے۔

علامہ محمد رہادی رحمتہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ معراج کی نعمت عظمیٰ کے کچھ عرصہ بعد حضرت جبریل امین رحمتہ للعالمین ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج ایک عجیب بات عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ یہ آپ کے معراج سے پہلے کا واقعہ ہے کہ آسمان پر میں نے ایک بہت عزت و وقار کے مالک فرشتے کو دیکھا جو۔

ایک مرصع تخت پر بیٹھا ہوا تھا ذی وقار
اور فرشتے تخت کے ماحول تھے ستر ہزار
وہ فرشتے مقتدی تھے اور یہ ان کا امام
کر رہے تھے ذکر حق مل کر یہی تھا ان کا کام

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ فرشتہ ایک دن تو شان و شوکت اور رفعت و منزلت کی بلندیوں پر فائز دیکھا مگر چند دن بعد کوہ قاف سے میرا گزر ہوا تو نہایت دردناک آواز سنی۔ میں وہاں پہنچا جہاں سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی۔ حضور! میں کیا بتاؤں اور کیسے بیان کروں کہ میں نے کیا دیکھا۔

اللہ اللہ رب کے بھی کیا بے نیازی کے ہیں کام
یا نبیؐ یہ تھا وہی جو تھا فرشتوں کا امام
تخت پر دیکھا تو اس کو ایک دن افلاک پر
اور اس دن دیکھتا ہوں رو رہا ہے خاک پر
اس کے خادم تھے فرشتے ایک دن ستر ہزار

آج یاں تنہا پڑا ہے کوئی حامی ہے نہ یار

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں یہ منظر دیکھ کر حیران ہو گیا کہ یہ وہی معزز و معظم فرشتہ جو ستر ہزار فرشتوں کا امام تھا آج بے کس و تنہا پہاڑوں میں پڑا ہوا ہے اور کوئی پرسان حال نہیں، رو رہا ہے اور زار و قطار رو رو کر حق تعالیٰ سے معافی طلب کر رہا ہے۔

سرکار! جب میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے انقلاب کی وجہ دریافت کی نیز زوال کا مرتبہ کا سبب پوچھا تو پکار اٹھا۔

لیلتہ المعراج کو بیٹھا تھا اپنے تخت پر
ذکر حق میں محو تھا اور ماسوئ سے بے خبر
سرور دو کون محبوب خدائے بحر و بر
میرے آگے سے ہوا ان کی سواری کا گزر
محو' ذکر حق میں ہو کر لے رہا تھا رب کا نام
بہر تعظیم محمد رہ گیا مجھ سے قیام
بس یہی لغزش ہوئی میرے لئے وجہ زوال
آ گیا اپنی جلالت میں رب ذوالجلال

بس اے جبریل! مجھ سے جونہی لغزش واقع ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس بات پر اپنے جلال میں آ گیا اور میری ساری عبادت کے عدم قبولیت کا اعلان فرما دیا اور حکم فرمایا۔

نکل جا تو اس جگہ سے اے فرشتے پر غرور
کیوں نہ کی تعظیم آیا سامنے جب میرا نور

یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نامنظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے
وہ عبادت ہی نہیں جس میں نہ ہو حب رسول
جن میں بو پائی نہیں جاتی وہ ہیں کاغذ کے پھول

اے جبریل! اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے معتوب فرما کر مجھے تخت عزت سے اتار کر یہاں پھینک دیا ہے۔ اب ہر وقت اس سے معافی مانگ رہا ہوں۔ تاحال میری توبہ منظور نہیں ہوئی۔ اے جبریل! تو ہی میرے لئے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بڑا رحم آیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز اس کی معافی کے لئے دعا کی۔ حضور ﷺ! آپ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ کا دریائے رحم و کرم جوش میں آیا۔ میری دعا قبول ہوئی اور مجھے ارشاد ہوا۔ جبریل! اس معتوب فرشتے سے کہو۔

تم اگر یہ چاہتے ہو رحمتوں کا ہو ورود
تو میرے محبوب پر ایک بار پڑھ ڈالو درود

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے کہا کہ حضور ﷺ پر درود پڑھو تاکہ تجھے معافی ہو جائے۔ چنانچہ اس نے بڑے ذوق و شوق سے آپ پر درود و سلام پڑھنے شروع کیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا ہے۔ اور حضور ﷺ!

آج میں نے پھر اسے دیکھا ہے اپنے تخت پر
پڑھتا رہتا ہے۔ درود اب آپ پر وہ بیشتر

آخر میں سلطان الواعظین دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔ "میرے بزرگو! یہ سارا واقعہ میں نے نظم میں لکھ کر مقطع میں یہ لکھا ہے کہ"

اے بشیر اس واقعہ میں یہ سبق موجود ہے
کہ بجز جب نبی ذکر خدا مردود ہے

بیوی کو طلاق

حضرت شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات عالیہ "مرات العاشقین" میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کا خیمہ دیکھا۔ اس نے چاہا کہ خیمے کے اندر جائے۔ جواب آیا تو اس قابل نہیں، جا اور قطب الدین سے کہہ دو کہ تم ہمیشہ درود و سلام کا تحفہ بھیجتے تھے۔ آج کیوں نہ بھیجا؟

وہ آدمی اسی وقت حضرت خواجہ قطب الدین صاحب (رحمتہ اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ "ہاں! ہر رات کو تین ہزار مرتبہ درود شریف میرا مقررہ وظیفہ تھا۔ آج نکاح کے باعث مجھ سے چھوٹ گیا۔ اسی وجہ سے آپ نے بیوی کو طلاق دے دی۔ اللہ اکبر" لاؤ کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کی یہ داستان

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمتہ کی گرفتاری اور رہائی

قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری علیہ الرحمہ کے ملت اسلامیہ کی نامور شخصیات سے گہرے مراسم تھے۔ انہی عظیم ترین اکابر میں شہرہ آفاق علمی شخصیت حضرت علامہ الحاج الحافظ الشیخ الامام یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ سابق وزیر انصاف بیروت بھی ہیں۔ جن سے قطب مدینہ کے عمدہ تعلقات تھے۔ نیز وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کے ہم عصر تھے۔ امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری علیہ الرحمتہ بانی حزب الاحناف لاہور نے حج و زیارات کے دوران ان سے ملاقات کی۔ نیز علامہ یوسف نبہانی صاحب اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتاب "الدولتہ المکیتہ" پر زوردار تقریظ تحریر فرما چکے تھے۔ اس نسبت سے بھی مولانا ضیاء الدین احمد قادری کو ان سے خصوصی نسبت تھی۔ جب راقم السطور نے پہلی بار ۱۹۷۲ء میں بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء میں حاضری کا شرف پایا تو حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری کے ہاں محفل میلاد میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ موقعہ غنیمت جانا اور حضرت سے عالم اسلام کی اہم شخصیات کے بارے میں معلومات جمع کرتا رہا۔ تو آپ نے علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمتہ کا ایک نہایت ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا۔ (جسے میں نے پہلی مرتبہ اپنی "اغثنی یا رسول اللہ ﷺ" میں درج کیا بعدہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ کی کتاب "الشرف المؤبد لآل محمد" کے ترجمہ "برکات آل رسول" کے ساتھ تقدیم میں شامل کیا پھر "نقوش کے رسول نمبر" از ار قطب مدینہ اور قطب مدینہ کے علاوہ پاک و ہند کے مختلف مذہبی رسائل و

جرائد نے بڑے اعتماد سے شائع کیا نیز ماہنامہ "دلیل راہ" کے خاص نمبر کی زینت بنا قطب مدینہ فرمانے لگے۔

بعض شرپسندوں اور منافقین نے سلطان عبدالحمید "سلطان ترکی" کے کان بھرے کہ علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ اپنے قصائد کے ذریعے تمہاری رعایا میں انتشار پھیلا رہے ہیں چنانچہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں جب علامہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہیں نظربند کر دیا گیا۔ "علامہ فرماتے ہیں۔" حبست فی المدینۃ مدۃ اسبوع لکن بالا کرام والا حترام۔ مجھے ایک ہفتہ کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن عزت و احترام کے ساتھ۔

قطب مدینہ حضرت مولانا ضیا الدین احمد قادری مدنی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ جو اس واقعہ کے شاہد ہیں گرفتاری کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ سلطان عبدالحمید نے مدینہ منورہ کے گورنر کو علامہ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ گورنر بصری پاشا علامہ کا انتہائی معتقد تھا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطانی حکم نامہ پیش کیا۔

علامہ یوسف نبہانی ملاحظہ فرماتے ہی گویا ہوئے۔ "سمعت و قرات" و اطعت۔ میں نے سنا، پڑھا اور اطاعت کی۔

گورنر بصری پاشا عرض کرنے لگا۔ حضرت! گرفتاری تو ایک بہانہ ہے گورنر ہاؤس تشریف لائیے۔ آپ میرے ہاں بحیثیت مہمان ہوں گے۔ اس بہانے مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ اور جو علماء و مشائخ آپ سے ملاقات کے لئے آئیں گے وہ بھی میرے مہمان ہوں گے آپ کے عقیدت مندوں پر گورنر ہاؤس کے دروازے ہروقت کھلے رہیں گے۔ آپ کا گورنر ہاؤس

میں قیام قید نہیں محض سلطان کے حکم کی تعمیل کے لئے ایک حیلہ ہے۔

حضرت علامہ نبھانی عالم اسلام کی ممتاز شخصیت تھے۔ ہم عصر علماء و مشائخ کے ان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ ان کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح بڑی تیزی سے عالم اسلام میں پھیل گئی۔ خاص و عام سراپا احتجاج بن گئے۔

مگر علامہ صاحب بالکل مطمئن تھے۔ گھبرائٹ اور پریشانی کا نام تک نہیں تھا۔ تاہم علماء زعماء ملت نے ملاقات کے دوران علامہ سے کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کی رہائی کے لئے سلطان سے اپیل کریں علامہ نے فرمایا اگر آپ کو اپیل کرنا منظور ہے تو سلطانِ کونین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں صلوۃ و سلام کے ساتھ یوں استغاثہ کی صورت میں کریں۔

صلی اللہ علی النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوۃ وسلاما علیک یارسول اللہ قلت حیلتی انت وسیلتی ادرکنی یاسیدی یارسول اللہ

حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ نے فرمایا۔ چنانچہ ہم نے (مذکورہ) استغاثہ شروع کیا ابھی تین دن تک ہی اس درود شریف کے ساتھ استغاثہ پیش کیا تھا کہ سلطان عبدالحمید کا گورنر بصری پاشا کو پیغام ملا۔ حضرت شیخ یوسف نبھانی کو باعزت بری کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو بری کر دیا گیا۔ اسے علامہ نے الدلات الواضحہ میں ازخود یوں تحریر فرمایا ہے۔

"جب حکومت پر واضح ہوا کہ میں پورے خلوص کے ساتھ دین اسلام کی خدمت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کر رہا ہوں تو میری رہائی کا حکم صادر کیا گیا اور حکومت کے ذمہ دار افراد نے میری گرفتاری پر معذرت کا اظہار کیا۔ صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

شہد کی مکھی

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی رحمت و رافت نہ صرف نوع بشر پر ہی تھی۔ بلکہ آپ کا فیضان کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے اور خالق کل کی ہر تخلیق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی وہ رحمتہ للعالمین ﷺ کی محتاج ہے۔ اور جس محتاج کو اپنے آقا کی عنایات گرانمایہ سے حظ وافر عطا ہو رہا ہو گا وہ بلاشبہ اپنے انداز میں بطور شکرانہ اظہار محبت کرے گا۔ اور ہمیشہ اپنے محسن کے گن گاتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ریت کے ذروں سے لے کر آفتاب و مہتاب کی چمک دمک تک آپ کی عطا پر رطب اللسان ہیں۔ شہد کی مکھی کو لیجئے۔ جو خالق ارض و سماء کی مخلوق میں ایک بہت ہی چھوٹی سی تخلیق ہے ایک دن سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کبھی لباس پر قربان ہوتی۔ کبھی گیسوئے عنبرین کی بلائیں لیتی۔ کبھی جسم منور پر تصدق ہوتی اور کبھی پائے اقدس کو چوما کر اپنے ذوق کا سامان مہیا کرتی۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ اس سے مخاطب ہوئے۔

اے مکھی! تو یہ تو بتا! شہد کس طرح تیار کرتی ہے؟ اس نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ ہم چنبیلی، موتیا، گیندا، گلاب، نرگس اور رنگا رنگ پھولوں کا رس چوس کر جب اپنے چھتے کی طرف آتی ہیں تو اس رس کو وہاں اگل دیتی ہیں۔ وہ شہد بن جاتا ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا۔ پھولوں کا رس تو کڑوا یا پھیکا اور بے ذائقہ ہوتا ہے جب کہ شہد میٹھا؟ تو یہ بتا اس کڑوے اور بے ذائقہ رس میں شیرینی کہاں

سے آجاتی ہے۔ تو اس نے عرض کیا۔

گفت چوں خوانیم بر احمد درود
می شود شیریں و تلخی را ربود

یا رسول اللہ ﷺ' ہمارے منہ یا پیٹ میں تو شیرینی و میٹھا نہیں بلکہ جب ہم گلشن سے پھولوں کا رس چوس کر اڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف آتی ہیں تو آپ پر درود و سلام پڑھتی ہوئی آتی ہیں۔ جس کی برکت سے شہد' شیریں و خوش ذائقہ بن جاتا ہے قرآن فرماتا ہے۔ فیہ شفاء و رحمتہ۔ ممکن ہے شہد کی مکھی کی یہی ادا بارگاہ رب العالمین میں پسند آئی ہو۔ اور سورہ النحل کو قرآن پاک میں نازل فرما کر اسے زندہ و جاوید بنایا گیا ہو۔ سبحان اللہ کیا تعجب ہمارے بد اعمال' درود و سلام پڑھنے کے باعث اچھے ہو جائیں۔ نیز منکر وسیلہ کو شہد کے استعمال پر بھی حرمت کا فتویٰ لگا دینا چاہئے کیونکہ یہ بھی درود شریف کے وسیلہ جلیلہ سے ہی شیریں و میٹھا بنتا ہے۔ صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ اصحابہ و بارک وسلم۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کی

دُعا

یا اللہ

میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں
میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ
ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائقِ التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ
مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی
وانکساری محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر
دُرود وسلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے
خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین
ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں
قبول ہوگا۔ اور جو کوئی دُرود وسلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے
دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔

(اخبار الاخیار ۶۲۴، مطبوعہ کراچی)

محفل مصطفیٰ ﷺ

ایک دن سید عالم نور مجسم نبی مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی معیت میں حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دولت کدہ پر جلوہ افروز ہوئے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فوراً" خاطر مدارات کا اہتمام کیا اور ایک چمکدار صاف ستھری طشت (پلیٹ) میں نہایت نفیس شہد خدمت عالی میں حاضر کیا۔ عجیب اتفاق کہ اس شہد میں ایک بال پڑا نظر آیا۔ حضور ﷺ نے ملاحظہ فرماتے ہی صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا' یہ طشت (پلیٹ) اور شہد جس میں بال بھی نظر آ رہا ہے بعض حقائق و معارف کی تصریح چاہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص اس کے متعلق اظہار کرے۔

ارشاد مصطفیٰ ﷺ سنتے ہی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایماندار انسان اس پلیٹ سے زیادہ چمکدار ہے اور ایمان اس کے دل میں شہد سے زیادہ شیریں ہے اور

ایمان' آخرت تک اپنے ساتھ لے جانا اس بال سے زیادہ باریک ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! بادشاہی اس پلیٹ سے زیادہ روشن ہے اور حکمرانی شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن حکومت میں عدل و انصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

پھر حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! علم اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور علم دین پڑھنا شہد سے زیادہ شیریں ہے اور علم پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے ان اسرار و معارف کے انکشاف کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں اظہار فرماتے گویا ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مہمان اس طشت سے زیادہ روشن ہیں اور خدمت مہمان شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن مہمان کی دلنوازی اور خوشنودی حاصل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

یاران مصطفیٰ ﷺ جب اپنے اپنے مقدس خیالات کا اظہار کر چکے تو سید عالم ﷺ پردہ کے دوسری جانب حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ آپ بھی کچھ کہیں۔

حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ "ابا جان! عورتوں کے حق میں حیا اس طشت سے زیادہ چمکدار ہے اور چادر عورتوں کے منہ پر شہد سے زیادہ شیریں ہے اور خود کو نگاہ غیر محرم سے بچانا بال سے زیادہ باریک ہے"۔

اس کے بعد معلم کتاب و حکمت سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

حاضرین میں بھی اس بارے میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سنو!

معرفت الٰہی اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور معرفت سے آگاہ ہونا شہد سے زیادہ شیریں ہے' لیکن اس کو اپنے دل میں محفوظ رکھنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

ابھی یہ مبارک گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دروازے پر آنے والے نے باریابی کی اجازت چاہی۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

حضور ﷺ کی اجازت پا کر جب محفل مصطفیٰ میں عام انسانی شکل میں جبریل امین حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے بھی اظہار کا موقع مرحمت فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہیئے۔ بارگاہ رسالت ﷺ کے دربان نے عرض کیا۔ "راہ خدا اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور اس راہ پر چلنا ایمان دار کو شہد سے بھی زیادہ محبوب ہے لیکن اس راہ پر قائم رہنا بال سے زیادہ باریک ہے"۔ اس کے بعد حضور پرنور پر وحی کا نزول ہوا اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "میرے حبیب! بہشت اس طشت سے زیادہ چمکدار ہے اور بہشت کی نعمتیں شہد سے زیادہ شیریں ہیں لیکن پل صراط سے گزرنا بال سے بھی زیادہ باریک ہے"۔

حضرت علامہ قسطلانی شارح الصحیح البخاری علیہ الرحمتہ کنز المعارف میں اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ ایک پراسرار خوش طبعی ہے لیکن درحقیقت یہ حکمت و معرفت کی ایک جامع تفسیر اور فیضان و عرفان کا بہترین انکشاف ہے۔

واللہ یا محمد مثلک لم یکن فی العالمین و انت الذی نادا ک

ربک مرحبا

خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ تمام مخلوق میں بے مثل ہیں۔ آپ ایسا نہ کوئی ہوا اور نہ ہی ہو گا۔ آپ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے مرحبا کہہ کر مخاطب فرمایا۔

لم یخلق الرحمن مثل محمد ابدا" و علمی انہ لا یخلق

اللہ تعالٰی رحیم و کریم نے آپ کی مثل نہ کوئی پیدا کیا اور ہمارا ایمان (علم) ہے کہ نہ ہی وہ پیدا کرے گا۔

شریعت	درر	محفل	مصطفٰی ﷺ
طریقت	عروج	دل	مصطفٰی ﷺ

شریعت	میں	ہے	قیل	و	قال	حبیب
طریقت	میں	محو	جمال			حبیب

کنز المعارف بحوالہ جمال حق کانپور ص ۱۷ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۴ء

تاثرات

ادیب شہیر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری' ایم۔ اے' پی ایچ ڈی
پرنسپل گورنمنٹ کالج مٹھی (تھرپارکر' سندھ)

رسالہ "محمد نور" مسئلہ نور پر محترمی مولانا محمد منشا تابش قصوری دامت عنایتہم کی محققانہ تصنیف ہے' یہ رسالہ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے' فاضل مصنف نے اپنی تحقیقات کو چند صفحات میں سمو دیا ہے' دور جدید میں تفصیل سے زیادہ اجمال کی ضرورت ہے' ایسا اجمال جس پر ہزار تفصیلات قربان ہوں۔

فاضل ممدوح نے جامعیت اور ایجاز و اختصار کا پورا پورا خیال رکھا ہے اور وسعت قلبی کے ساتھ موافق و مخالف سب کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے اور استدلال و استناد فرمایا ہے' کسی مقام پر بھی میانہ روی اور اعتدال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا' سب د شتم اور طعن و طنز سے اپنا دامن محفوظ رکھا' فی الحقیقت یہ بڑی خوبی ہے جو طبقہ علماء میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔

مسئلہ نور پر بحث کرتے ہوئے اس کثرت سے دلائل پیش کئے ہیں کہ تشنگی باقی نہیں رہتی بلکہ پوری پوری تشفی ہو جاتی ہے اور کثرت براہین کو دیکھ کر بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ فاضل مصنف نے تحقیق کی خشک فضا کو اشعار آبدار سے پر بہار بنا دیا ہے' اس پر کتابت کی بہاریں مستزاد ہیں' فجزا ہم اللہ احسن الجزاء۔

اس رسالہ کے ساتھ حدیث لولاک' سے متعلق حضرت مولانا محمد باقر مدظلہ اور حضرت مولانا غلام رسول سعیدی زیدت عنایتہ کی فاضلانہ تحاریر بطور

ضمیمہ شامل کی گئی ہیں، جو قابل مطالعہ ہیں۔ اسی موضوع پر حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ رسالہ بھی لائق مطالعہ ہے: تلالو الافلاک بجلال حدیث لولاک (۱۳۰۵ھ)۔

مولا تعالیٰ فاضل مصنف کو اس محققانہ، مختصر، جامع اور عمدہ و دل پذیر تصنیف پر اجر عظیم عطا فرمائے، قارئین کریم کو قبولیت حق کی صلاحیت ارزانی عطا کرے اور اس تصنیف لطیف کو قبول عام کا شرف بخشے، بلاشبہ ناشرین ایسی دلکش اور حسین پیشکش پر مبارکباد کا مستحق ہے۔

محمد مسعود احمد

گورنمنٹ کالج ٹنڈو محمد خان

(حال پرنسپل گورنمنٹ کالج مٹھی، ضلع تھرپارکر سندھ) ۲۳ مارچ ۱۹۷۴ء

تقریظ نور

استاذ العلماء ضیاء الفضلاء حضرت مولانا علامہ ابو الضیاء محمد باقر صاحب
ضیا النوری مدظلہم صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ضلع ساہیوال

رسالہ "محمد نور" اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے فاضل محترم حضرت مولانا الحاج علامہ محمد منشا صاحب تابش نے رسالہ ہذا کو بڑی نفاست کے ساتھ نہایت دل نشین اور ذہن نشین انداز بیان سے مزین کردیا ہے۔ نرالی طرز اور انوکھا رنگ فاضل مصنف کی فاضلانہ حیثیت اور ادیبانہ صلاحیت کا زندہ و تابندہ ثبوت ہے۔ رسالہ ہذا کا نام بھی نہایت دلکش اور حسین ہے جو مصنف علام کے حسن انتخاب اور شگفتگی طبع کا شاہد عدل ہے۔ دلی دعا ہے کہ مولا تعالیٰ ان کے ان کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کو زیادہ سے زیادہ توفیق تبلیغ مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمدؐ نور

دلِ حزیں کی ہیں ڈھارس محمدؐ نور ﷺ
ہے وردِ ہر کس و ناکس، محمدؐ نور ﷺ

جو بات عدل کی ہو، کبریا کی ذات سے ہے
کرم کے واسطے مختص، محمدؐ نور ﷺ

کہے گا داورِ محشر کے سامنے جا کر
ہے ایک مضطر و بے بس محمدؐ نور ﷺ

خیالِ دوریٔ طیبہ میں ہوں اگر مشغول
تو بول اٹھتی ہے نس نس محمدؐ نور ﷺ

خدا کے لطف سے آقا ﷺ ہیں سارے عالم کے
خدا کے بعد میں فریاد رس، محمدؐ نور ﷺ

زمانے بھر کے علائق سے ہو کے برگشتہ
پکار اٹھتے ہیں بے کس، محمدؐ نور ﷺ

نبی ﷺ کے نور پہ ہے مختصر بھی جامع بھی
کتاب دیکھی ہے تو بس، محمدؐ نور ﷺ

راجا رشید محمود ایم۔ اے
ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور

نذرانہ منشا

۱۳۹۷ھ

خطیب خوش بیاں تابش قصوری
جو ہیں بحر معارف کے شناور
ہے دلکش آپ کا حسن تکلم
ہے تحریر آپ کی سلک جواہر
محمد نور تالیف گرامی
ہے جن کے ذوق کا اک نقش اظہر
ہے یہ ذکر رخ انور سراپا
حریم عشق ہے جس سے منور
یہ اک نذرانہ منشا ہے لاریب
حضور ساقی تسنیم و کوثر
فصاحت اور بلاغت کا مرقع
حقائق کا خزینہ ہے سراسر
ہر اک نقطہ ہے مثل نجم تاباں
ہر اک لفظ اس کا رشک ماہ انور
بحمد اللہ اکبر! اس کے دم سے
گلستان صحافت ہے معطر
قمر! سال اشاعت کے لئے تم
کہو، وصف شفیع روز محشر

مورخہ یکم جمادی الآخر ۱۳۹۷ھ نذر گزار **قمر یزدانی**
جمعہ ۲۰ مئی ۱۹۷۷ء ----- پنوانہ ضلع سیالکوٹ

حضرت علامہ تابش قصوری مدظلہ کی تالیفِ گرامی محمد نور کی چوبیسویں اشاعت پر قطعاتِ تاریخ

بسم اللہ العزیز

جمالِ خیر البشر

۱۴۱۷ھ

"تصنیفِ عالی علامہ تابش قصوری"

۱۹۹۶ء

ہے "محمد نور" اک تفسیرِ نور
یعنی مدحِ شافعِ یوم النشور
اہلِ حق کے واسطے تسکینِ جاں
بہرِ عشاقِ نبی وجہِ سرور

●

ہے محمد نور تصنیفِ جلیل
جس کا اندازِ رقم ہے بے عدیل
ہے قبولِ خاطرِ خیرُ الورا
حضرت تابش کی یہ سعیِ جمیل

۱۹۹۶ء

●

ہے محمد نور تالیفِ حسیں
مدحتِ محبوبِ رب العالمین
ہے قمر! ذی شان کتابِ مستطاب

۱۹۹۶ء

سالِ طبعِ بست وچار عین الیقین

۲۴

۲ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
بنوانہ ضلع سیالکوٹ

نتیجۂ فکر سزاوارِ عنایت قمر یزدانی (۱۹۹۶ء)

جناب خالد جذبی کا سرقہ؟

الحمدللہ تعالیٰ' میرا مرتب کردہ یہ رسالہ "محمد نور" اپنی مستند اور مضبوط تحقیقی حیثیت کے باعث علمائے پاک و ہند میں خوب مقبول ہوا' پہلے پہل ہفت روزہ سواد اعظم لاہور میں ۱۹۶۲ء کو اشاعت پذیر ہوا پھر پاک و ہند کے موقر سنی رسائل و جرائد نے اسے خوب پذیرائی بخشی' ۱۹۶۶ء کو رسالہ کی صورت میں مزین کیا' بعدہ مسلسل اضافات و افادات لئے جلوہ گر ہوتا رہا' چند سال قبل حضرت مولانا قمر یزدانی صاحب مدظلہ کی طرف سے "نورانیت مصطفیٰ ﷺ" کے نام سے ایک رسالہ وصول پایا' دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور جناب خالد جذبی صاحب کے اشاعتی سرقہ پر حیران ہوا' کیونکہ موصوف نے "محمد نور" کو نورانیت مصطفیٰ ﷺ کے ٹائٹل سے سجا کر اپنی تصنیف کے طور پر نہ صرف متعارف کرایا بلکہ مقامی علماء کی تصدیقات سے اشتہار بھی چھپوائے' جو میرے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ اتفاقاً" ایک مرتبہ ان سے میری ملاقات بھی ہو گئی' بات کی تو نادم ہوا اور پھر اس ندامت کو مزید تقویت دینے کے لئے بعینہ پورا مقالہ "ماہنامہ ضیائے حرم" میں اپنے نام سے شائع کرا دیا۔ راقم السطور نے ماہنامہ درویش کے مدیر اعلیٰ حضرت عابد نظامی سابق مدیر ماہنامہ ضیائے حرم سے اس سرقہ بالجبر کی حکایت کی تو نظامی صاحب نے محمد نور کی کاپی طلب فرمائی جو پیش کر دی گئی'

مگر ازالہ کرنے کی بجائے باقی مضمون "عدم سایہ رسول ﷺ" کے نام سے ضیائے حرم میں نظر نواز ہوا' اب ارباب حل و عقد سے کیا شکایت کرتا۔

جذبی صاحب کی اس کارروائی پر مجھے کوئی شکوہ نہیں 'مگر وضاحت اس لئے کی جا رہی ہے کہ "نورانیت مصطفیٰ ﷺ" اور "عدم سایہ رسول ﷺ" کو "محمد نور" سے پہلے ملاحظہ کرنے والے مجھے ایسے کلمات سے یاد نہ کریں جو سرقہ کرنے والوں کے لائق ہوتے ہیں! ۔

الحمدللہ تعالیٰ "محمد نور" کا یہ چوبیسواں ایڈیشن ہے جو خاصی ضخامت لئے ہوئے "رضا دارالاشاعت" لاہور کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ اس سے قبل مکتبہ رضائے حبیب 'مکتبہ اشرفیہ مریدکے 'مکتبہ قادریہ' رضا اکیڈمی لاہور (پاکستان) نے زیور اشاعت سے آراستہ کیا جبکہ الہ آباد اور بمبئی (مہاراشٹر) (بھارت) سے متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اسے مزید قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ نور مبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

محمد منشا تابش قصوری

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ / ۳۱ جولائی ۱۹۹۶ء

زینت المحافل

ترجمہ

نزہت المجالس

تصنیف

امام عبد الرحمٰن بن عبد السلام

الصفوری الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (۹۰۰ ھ)

ترجمہ

علامہ محمد منشا تابش القصوری الحنفی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ناشر:۔ شبیر برادرز ۞ اردو بازار لاہور (پاکستان)

اتحاد بین المسلمین اور اُس کے تقاضے
دعوتِ فکر
محمد منشا تابش قصوری
رضا دار الاشاعت لاہور پاکستان
مکتبہ اشرفیہ مریدکے

دل آویز، پُرسوز، ایمان افروز مجموعۂ
نعت
حُسنِ عبادت
محمد منشا تابش قصوری
رضا دارالاشاعت لاہور پاکستان

ایمان افروز روح پرور اور محافظ عقائدِ حقّہ پر
تحقیقی کتب
• بزمِ اولیاء ترجمہ روض الریاحین ترجمہ علامہ بدر القادری امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ
• قصیدہ بردہ شریف امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ منظوم ترجمہ: عبداللہ ملاں صدیقی
• مالک و مختار نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام احمد رضا خان بریلوی
• البریلویہ پر تنقیدی جائزہ۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
• انوارِ شریعت۔ علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی
• دعوتِ فکر۔ علامہ محمد منشا تابش قصوری
• شرح حدائق بخشش جلد چہارم، علامہ فیض احمد اویسی
• شرح حدائق بخشش جلد پنجم، علامہ فیض احمد اویسی
• محمد نور ــــ علامہ محمد منشا تابش قصوری
• موت کا منظر ــــ علامہ عبدالرزاق بھترالوی
رضا دار الاشاعت لاہور
۲۵۔ نشتر روڈ